



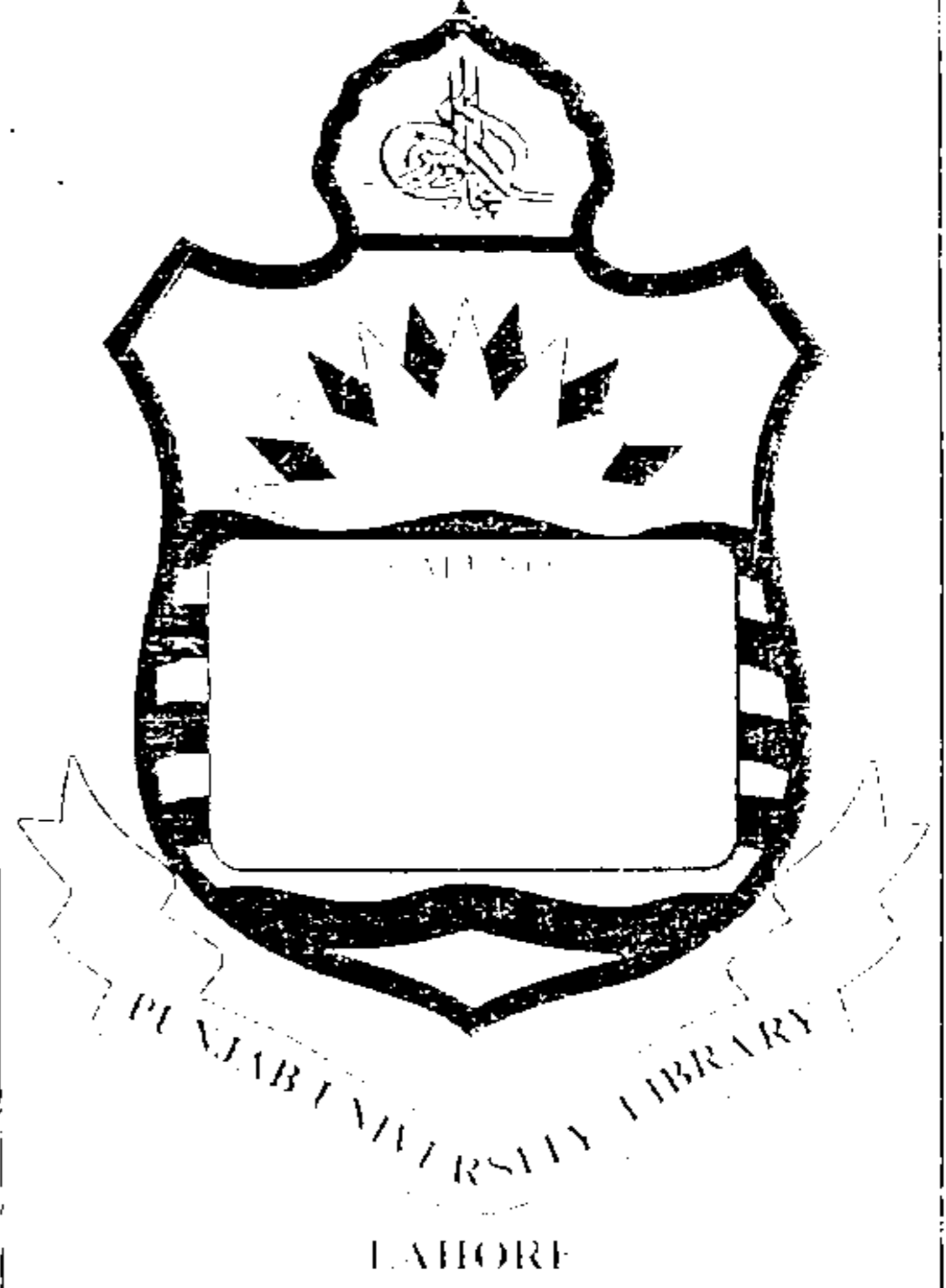
ہندوستان کا سب سے پہلا
سفرنامہ حجاز

درویش صفت زین العابدین حضرت امام علیؑ
مولانا الحاج رفیع الدین صاحب زاد اکبر آبادی

لغات

تقریباً
مولا سید محمد رفیع
پشت ۱۰۷۵

ذخیرہ پروفیسر محمد اقبال مجددی
جو 2014ء میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو
ہدیہ کیا گیا۔



پونے دو صدی پیشتر کی ایک تاریخی دستاویز

یعنی



ہندوستان کا سب سے پہلا
سفر نامہ حجاز

از

مولانا حاجی رفیع الدین صاحب فاضل و قی مراد آبادی

ترجمہ

از، مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امرہوی

سید محمد زین العابدینؑ

شیخ محمد طاہر محدث نے اپنے اہل گھر کے ساتھ ساتھ اولاد میں سے کئی بزرگ ماہر ترقی اولاد
کے دربار میں آئے تو اسے اہل گھر میں جگہ دینا کی بجائے نکال دینا ۱۸
مدف سزا نامہ حاضر شیخ محمد غوث لاہوری کے مرتبہ سے ۱۷۶
ترجمہ مقدمہ میں یہ نام شہداء غوث قادری لاہوری لکھا ہے و

134758

مکتبہ کاپتہ

کتابخانہ اہل سنت، پھرئی روڈ، لکھنؤ

قیمت

ایک روپیہ پچتر نئے پیسے

طبع آگلا

شوال ۱۳۸۰ھ مطابق اپریل ۱۹۶۱ء

مطبوعہ

تنویر پریس امین آباد لکھنؤ

مراد آباد سے حجاز مقدس تک

سفر نامہ

مولانا حاجی رفیع الدین صاحب فاروقی مراد آبادی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا حاجی رفیع الدین فاروقی مراد آباد کے صاحب تصانیف بزرگ گئے ہیں۔
خانزانی وجاہت کے لحاظ سے بھی ان کی نمایاں شخصیت تھی، وہ نواب عظمت اللہ خاں
فاروقی صاحب مراد آباد کے پوتے تھے۔ ذاتی اوصاف و کمالات کی حیثیت سے بھی
بتدریج تھے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے براہ راست شاگرد تھے، حضرت
مولانا خیر الدین سوہتی سے بھی سند حدیث حاصل کی تھی۔ اپنے زمانہ کے بہت سے
مشائخ سے ملاقات کی اور استفادہ کیا۔ اور تذکرۃ المشائخ میں ان مشائخ کے
حالات تحریر کئے ہیں۔ یہ کتاب اب کیاب بلکہ نایاب ہے۔ ابھی تک کسی کتب خانے
میں اس کی موجودگی کا علم نہیں ہو سکا۔ صاحب انوار العارفین نے امر دہرہ، مراد آباد
اور دہلی کے مشائخ کا ذکر کرتے ہوئے، تذکرۃ المشائخ کا جگہ جگہ حوالہ دیا ہے اور
اس سے اقتباسات بھی لئے ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانجانا صاحب کعبی مراد آباد

۱۔ صوفی مجاہد حسین چشتی مراد آبادی آپ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

از رساء د بزرگان این شہر مراد آباد بودہ اند (انوار العارفین ص ۴۲۳)

۲۔ چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں:- (مرزا مظہر جانجانا) بانقیر بسیار دہربانی و شفقت می فرمودند و ہر گاہ

مراد آباد سے غریب خانہ را بقوم خود مشرف می ساختے و یکبار ہم اینجا قامت فرمودہ۔

(انوار العارفین بحوالہ تذکرۃ المشائخ ص ۴۲۵)

تشریح لاتے ان کے مکان کو اپنے قدم سے ضرور مشرف فرماتے تھے اور ایک مرتبہ ان کے ہی مکان پر انہوں نے قیام فرمایا تھا۔

منجملہ دیگر تصنیفات و تالیفات کے آپ کا سفرنامہ بھی تاریخی، جغرافیائی اور ادبی حیثیت سے ایک شاہکار ہے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے یہ سفرنامہ کہیں طبع نہیں ہوا ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ پروفیسر خلیق احمد نظامی سلمہ سے مجھے دستیاب ہوا۔۔۔۔۔ اس نسخے کے کچھ اوراق کہیں کہیں سے کوم خوردہ ہو گئے ہیں۔ میں نے اس نسخے کا اچھی طرح مطالعہ کرنے کے بعد رضانا بیری راجپور کے نسخے سے ان ناقص اوراق کی عبارتوں کا پتہ چلایا اور دو دیگر بعض مقامات کتاب کی مطابقت بھی کی۔۔۔ میں اس کتاب میں سے تاریخ حرمین اور چند حکایات و واقعات کو چھوڑ کر اس کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔

سفرنامے میں اپنے چشم دید واقعات اور حالات قلمبند کرنے کے علاوہ ان کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔

(۱) مناسک شیخ عبدالحق دہلوی (۲) مناسک شیخ محمد ہاشم سندھی (۳) رسالہ شیخ حسین محمد دیار بکری (۴) تاریخ مکہ و علامہ قطب الدین (۵) مناسک مولانا حاجی (۶) تاریخ مصر و علامہ جلال الدین سیوطی (۷) ذخائر الوفا (۸) سمہودی (۹) سفرنامہ مصر و شیخ ابراہیم مدنی (۱۰) عمدۃ الاخبار تالیف احمد بن عبدالمجید الہاشمی السدوسی۔
نواب خاندان کے اس مراد آبادی درویش نے بڑے عاشقانہ انداز میں

سفر حرمین کیا ہے، سفرنامے کے لفظ لفظ سے کیفیت و سرشاری آشکارا ہے۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ حاجی صاحب کا دل کیفیتِ عبدیت اور عشقِ رسول سے لبریز ہے، ان کی عبارت حرمیم کعبہ و خیمۃ طیبہ سے گہرے ربط و تعلق کی آئینہ دار ہے۔ اس سفرنامے میں اپنے زمانے کے اکابر حرمین کے مختصر حالات بھی درج ہیں۔ یہ سفرنامہ اس حیثیت سے بھی ممتاز ہے کہ اس کے مؤلف نے فارسی زبان میں بطرز سادہ و بغیر عبارت آرائی کے وضاحت کے ساتھ اپنے سفری معلومات اس میں تحریر کئے ہیں۔

میں اپنے اس دعویٰ میں شایدبالغہ کرنے والا نہ ہوں کہ ہندوستان میں سفرنامہ راج کی داغ بیل مراد آباد کے اسی بزرگ نے ڈالی ہے جو مدرسہ ولی اللہی کا فیض یافتہ اور جتہ عالم، محدث، فقیہ اور مورخ و ادیب تھا، اس سے پہلے کا کوئی سفرنامہ راج و زیارت کسی ہندوستانی کا اس تفصیل کے ساتھ اب تک میری نظر سے نہیں گزرا۔

میسر پیش نظر نسخے پر اس سفرنامہ کا نام سوانح الحرمین ہے، رامپور کے نسخے پر آداب الحرمین لکھا ہوا ہے اور نواب صدیقی حسن خاں مرحوم نے اس کا نام حالات الحرمین لکھا ہے۔

اب میں براہ راست صاحب سفر کی زبان سے ان کے حالات سفر سنوائے دیتا ہوں مگر اس سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے مختصر سوانح حیات لکھ دوں۔ جو کچھ حالات مل سکے ہیں وہ یہ ہیں۔

شیخ رفیع الدین فاروقی ابن فرید الدین بن نواب عظمت اللہ

مختصر سوانح حیات خاں مراد آبادی - ۱۲۲۴ھ میں مراد آباد کے اندر پیدا ہوئے۔

اپنے شہر کے علماء سے ابتدائی تعلیم حاصل کر کے دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمت میں پہنچے اور مدتوں ان سے فیض حاصل کیا پھر مراد آباد آئے اور مدت تک یہاں درس دیا اور مجلس افادہ کو گم رکھا، پھر حرمین شریفین کا سفر ۱۲۱۰ھ میں کیا اور دو سال و دو ماہ دو ہفتے کے بعد ۱۲۱۳ھ میں مراد آباد واپس آئے۔ شاہ غلام غوث قادری لاہوری سے بیعت تھے۔

سفر حج کے سلسلے میں جب سورت پہنچے تو وہاں مولانا خیر الدین محدث سورتی سے بھی سب حدیث حاصل کی، حرمین شریفین میں بھی وہاں کے محدثین، اکابر علماء سے مستفیض ہوئے۔ ۱۵ رذی الحجہ ۱۲۲۳ھ کو بمرض استسقاء ۸۹ سال کی عمر میں انتقال کیا، قبر مراد آباد میں ہے۔ علاوہ سفرنامہ حرمین آپ کی تصنیفات و تالیفات حسب ذیل ہیں:-

(۱) قصر الآمال بذكر الحال والآمال (۲) سلوا للکلیب بذكر الجیب (سپرت نبوی)، (۳) شرح الاربعین (۴) کنز الحساب (۵) تذکرۃ الشارح (۶) تذکرۃ الملوک

یہ کتابیں حرمین شریفین میں
ذرا ملاحظہ فرمائیے
تعمیر کے لئے
بزرگانہ عنانینہ دار
۳۱ جولائی ۱۹۵۱ء

(۷) تاریخ الافاغنه (۸) کتاب الاذکار (۹) ترجمہ عین العسل (۱۰) شرح غنیۃ الطالبین
(۱۱) افادات عزیز یہ (جس کو اسولہ واجوبہ بھی کہا جاتا ہے حاجی صاحب مراد آبادی
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے علوم تفسیر و حدیث کے متعلق اہم استفسارات
کرتے رہتے تھے ان استفسارات کے جوابات کا مجموعہ یہ کتاب ہے۔ دارالعلوم
ندوہ کے کتب خانے میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔)

[ماخوذ از نزہۃ الخواطر جلد ۱، افوار العارفین اتحات البنیان]

پیش لفظ | بعد حمد و صلوٰۃ ————— مگر بطور رفیع الدین کہتا ہے کہ مجھ کو عنفوان
سن شعور سے تنائے زیارت حرمین تھی اور شوق دیدار غالب تھا۔ بشارات
و اشارات، حصول مطلب کے سلسلے میں پاتا تھا لیکن کچھ موانع درپیش تھے اور علائق سب راہ۔
اس بنا پر یہ آرزو دل کی دل ہی میں رہتی تھی۔ ایک مدت کے بعد جب خدائے
بے نیاز کا ارادہ متوجہ ہوا تو رفتہ رفتہ موانع، برطرت اور علائق منقطع ہوتے چلے گئے اور اس
دارقانی سے دستگی کے اسباب برہم اور موجبات افسردگی و دل سردی "فراہم ہو گئے۔
دیرہ بصیرت کو خواب غفلت سے بیداری حاصل ہوئی اور استلذات فانیہ کی جانب سے توجہ
ہٹ گئی۔ اب اپنے حال پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ عمر عزیز، طلب مال و امافی دنیا میں
صانع ہو چکی ہے، بارگاہ کے پہاڑ گردن پر اڑے ہیں اور آفتابِ عمر لب بام، آگیا ہے۔

رباعی

یک نیمہ عمر در بطانت بگذشت یک نیمہ پر تشویر و خجالت بگذشت
عمر بچہ از دمی جہاٹ آزد بگر بچہ حیلہ و چہ حالت بگذشت

بفتون بے کالی چہ قدر کمال داری ز منت ز دنیا ز دین نصیب منہر

(مرزا منہر جانانا)

بعد شرت حسرت و حیرت اور بعد ندامت و پشیمانی اسکے سوا اور کوئی چارہ کا نظر نہ آیا

کہ دل کو یار و دیار سے جدا کر کے دادی غربت میں قدم رکھا جائے اور شفیع المنزہیں رحمۃ اللعالمین
سید ابراہیم محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی درگاہ کی طرف توجہ کی جائے اور اپنے درد کی دوا ان کے
دارالشفائے رحمت کاملہ و شفاعت شاملہ سے چاہی جائے۔ اس قصد کے بعد
”ہوا جس نفسانی“ اور ”تسویات شیطانی“ مزاحمت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور سفر کی
مشکلات کو سامنے لا کھڑا کیا۔ لیکن اللہ کی امانت و نصرت سے یہ بات پیدا ہو گئی کہ جب
دل میں زادِ راہ کا خطرہ آتا تھا تو کہتا تھا کہ جو شخص خانہ ارحیم الراحیمین اور روضہ جناب
رحمۃ اللعالمین کی جانب متوجہ ہو اس کو اسباب ظاہر پر نظر رکھنا اور سبب الاسباب سے غافل
رہنا، انتہائی کوتاہ نظری ہے۔

۵ فان الزاد اقبح كل شيء اذ كان الوضوء على الكراميم

(جب آدمی ایک کریم کے دربار میں حاضر ہو رہا ہو، تو زادِ راہ کی فکر سے بڑی کوئی چیز نہیں)
جب نظر، ضعف بدن پر پڑتی تھی تو کہتا تھا کہ کچھ غم نہیں ہے۔ (اور یہ آیت یاد آتی تھی)
— مَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ — الآية
(جو شخص اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلا، اس کا اجر اللہ کے ذمہ
واجب ہو گیا۔)

۵ . چونکہ ضرورت بود کا بروے
بریزند بارے بر اں خاک کوئے

جب سفر کے رنج و مصائب کا ہراس ہوتا تھا تو دل میں خود کو مخاطب کر کے کہتا تھا،
یاد کر! تو نے سعی باطل میں عمر بھر کس قدر خون جگر پیلے اور کس قدر رنج جھیلے ہیں، اور آخر کار
پیشانی حاصل کی اور شربتِ ناکامی نوش کیا ہے۔ شاید اسی مقدس سفر کے رنج و مصائب
سے ان گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے حَقَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ
وَحَقَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ۔ (جنت کی راہ میں ناگواریاں ہیں اور دوزخ کے آگے سب باغ)

در بیا باں گر بہ طوف کعبہ خواہی زد قدم
سرز نشہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

جب ہیلت طلبی اس بات کی طالب ہوتی تھی کہ ابھی کچھ اور توقف کرو پھر چلے جانا تو میں
جواب میں کہتا تھا۔

صد ہزار ال دسے دریں سودا مراد مرد مشد
نیست صبرم بعد ازین کامرود زرا فردا کنتم
خوابم از سودا سے پابوشش ہم سرد رہاں یا پائش سر ہم یا سرد میں سودا کنتم
آرزوئے جنت المادوی بدر کرم ز سر
جنتم این بسکہ بر خاک درش مادوی کنتم

اللہ اکبر کہ کریم کار ساز نے دستگیری فرمائی اور قید این دآں سے رہا کر کے نفس و شیطان
کے ہاتھ میں سے نکالا اور اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی طرف رہنمائی فرمائی۔
اب داعیہ شوق باعث ہے اس امر کا کہ جو کچھ سوانح سفر اور منازل و مراحل بگرد بر کا مشاہدہ و
معاینہ کروں اور جن مواضع متبرکہہ اور اماکن مشرفہ کی زیارت کروں اور جن علماء اور صلحاء عصر
کی ملاقات سے فائز ہوں یہ سب کوائف و حالات نیز دیگر گنجائش حکایات اور نوادیر روایات
اور فوائد متفرقہ کہ کسی معتبر وثقہ سے سنے یا کسی کتاب میں دیکھے ہوں ان کو قید کتابت میں لے آؤں
غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ اس نقیحہ بے نام و نشان کی یہ ایک نشانی برائے بار ال و
عزیزان باقی رہ جائے اور ان دونوں عظیم الشان آثاروں کے شوق کی محرک ہو۔
زادہم اللہ شرفاً و تعظیماً۔ اور اگر مقتضائے بخت ناساز اس فقیر کو ان موطن نور و
سرور (حرمین) سے دوری پیش آجائے تو ان اوراق کے مطالعہ سے ان حالات کو یاد کر کے
فراق حرمین میں آہ و زاری کر لیا کرے۔

حضرت و اہل بیت جلالہ سے التجا یہ ہے کہ وہ آخر عمر تک مجاورت حرم رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کا موقع عنایت فرمائے اور اگر اس کے علم قدیم میں اس بار وطن کی طرف رجوع کرنا
مقدر ہو تو پھر دوبارہ توفیق معادرت و مجاورت مدینہ طیبہ نصیب فرمائے۔ واللہ
علیٰ کل شیء قدير۔ و صلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ
وسلمہ تسلیماً کثیراً۔

بِقَدْرِ حَرَمِ شَرِيفِيْنَ - اِنِّىْ وَطَنِىْ مَالُوْتُ ، بَلَدُهُ مَرَادُ اَبَادٍ —
 عَمْرَةَ اللّٰهِ وَحَمَاسًا كُنِيْهَا عَنِ الْاَفَاكِ وَالْفَسَادِ —
 وِ مَنَازِلِ سَفَرِ خَشْكِيْ

توفیق کے ساتھ نکلا اور سنبھل پونچا۔ یہاں سے سات منزلیں طے کر کے بندرا بن کے متصل لشکر پٹیل سیندھیہ میں اُترا۔ صبح کو اس جگہ سے کوچ کر کے دو منزلیں پر ۲۸ محرم کو ڈیک پونچا اور عمارات سورجیل جاٹ کو جو نوٹہ ارم عادیں دیکھا۔ سورجیل کے عہد حکومت میں بھی جب کہ یہ شہر بہت آباد تھا اور یہ عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں میں نے اس شہر کو دیکھا تھا۔ اس وقت دیرانی شہر اور خرابلی عمارت ادو لوالا بصر کے لئے محل عبرت ہے۔ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطَرَتْ (الی) وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِيْنَ (سورہ قصص)

پردہ داری می کند بر طاق کسری عنکبوت
 چغد نوبت می زند بر قلعه انرا سیاب

مکن طول اہل اندر عمارت عرض من بشنو
 بنا را قصر می گویند باید مختصر باشد
 میں نے اس مقام کو تین مرتبہ تین مختلف حالتوں میں دیکھا ہے، پہلی مرتبہ اب کے تیس سال

۱۵ سفر ناخیر۔ یہ عبارت عربی تاریخ آغاز سفر کا پتہ دے رہی ہے جس کو خود صاحبی رفیع الدین مراد آبادی نے اپنے سفر نامے میں اسی موقع پر درج کیا ہے۔ ۱۵ ڈیک بھرت پور سے آٹھ کوس پر واقع ہے۔ اس کے چاروں طرف پختہ شہر بناہ قلعه کی شکل کی بنی ہوئی ہے۔ اس میں کئی بھون ہیں جن میں ایک کیشو بھون ہے جس میں ۳۵۰ فوارے لگے ہوئے ہیں۔ یہ مکانات سنگ مرمر، سنگ مرمر، سنگ موسیٰ اور سنگ زرد سے بنے ہوئے ہیں۔ (جغرافیہ راجو تانہ) ۱۵ ہم نے کتنی ہی بستیوں کے ایسے باشندوں کو ہلاک کر دیا جو اپنی گذران میں حد سے گزر گئے تھے۔ ان کے یہ مکان ہیں جو خالی پڑے ہیں۔ ان کے بعد یہاں کوئی نہیں رہا مگر تھوڑے اور ہم ہیں ان کی میراث دیکھ کر کو قبضے میں لانے والے۔

پہلے، دوسری مرتبہ عبدالحف خاں میں تیسری مرتبہ اس سال۔

جمعہ کے دن ۱۲ صفر ۱۱۱۸ھ کو ڈیک سے چل کر بوسا اور کے راستے سے چھ منزل کے بعد نئے شہر میں پہنچا۔ اس شہر کو راجہ مادھو سنگھ کھوپڑا نے بنایا ہے۔ یہ نیا شہر ایسے مقام پر ہے کہ اس کے ہر پہاڑ طرف دشوار گزار پہاڑ محیط ہیں اور بجز چند متعین راستوں کے کہ حکم و مضبوط دروازے ان پر بنائے گئے ہیں کوئی اور راستہ نہیں رکھتا۔ چشمہ ہائے آب، پہاڑوں سے نکل کر شہر میں جاری ہیں۔ اس شہر سے دو تین میل کے فاصلے پر قلعہ رنجپور ہے جو کہ ہندوستان کے مشہور اور مضبوط قلعوں میں سے ہے اور صفر کو دریائے چنبیل کو عبور کر کے چار منزل کے بعد ۱۲ صفر کو کوٹہ پہنچے جو کہ ریاست

ہاڑتی کا صدر مقام ہے۔ اس ریاست کے راجہ راجو تان ہاڑہ میں سے ہیں۔ یہ سرزمین مصافحہ صوبہ اجمیر سے ہے اور یہ شہر دریائے چنبیل کے کنارے ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ یہ پہاڑ تمام کا تمام مثل زمین سطح و ہموار ہے، نشیب و فراز کچھ نہیں رکھتا، المختصر خوبی نضا میں کوٹہ اس نواح کے اندر بے نظیر ہے۔ یہاں حکام غیر مسلم ہیں اور سلطنت اسلام یہاں ضعیف ہے۔ جو مسلمان قدیم سے ان شہروں میں ساکن ہیں وہ بجز نام کے اسلام کا کوئی نشان نہیں رکھتے۔ ایک معتبر شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ یہاں ایک بت خانہ ہے، ایک معتین دن مردم شہر اس بت خانے میں پرستش کے لئے جاتے ہیں اور بتوں سے طلب حاجت کرتے ہیں۔ ایک دن قاضی شہر بھی وہاں برائے پرستش گیا تھا۔ پناہ بخدا!

دیباٹے سپیل پہاڑ کو کاٹ کر زبرد شہر مہتا ہے اور دو سر چٹھے بھی ہر طرف جاری ہیں۔ یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے جو آدھر سلا کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پہاڑ کا ایک ٹکڑا ہے جو لمبائی میں کم و بیش تیس چالیس گز اور موٹائی میں نو دس گز ہے۔ یہ پہاڑ کا ٹکڑا اور یا کی طرف کوش سا بنان معلق ہے اور اس کا وسط پہاڑ کے ایک درگڑے سے جو کہ دریا کے کنارے ہے، ہیوستہ ہے۔

۱۱ اس نئے شہر سے مراد بونری ہے۔ شہر بونری کا ایک حصہ پرانا اور ایک نیا کہلاتا ہے۔ نیا بونری

شہر پناہ کے اندر ہے۔ (جغرافیہ راجو تانہ)

مراد آباد سے کوٹہ تک ۲۲۳ کوس اور انیس منزلیں طے ہوئیں۔ راہ اگرہ کے مقابلے میں یہ راستہ دو دن کی راہ کے بقدر کم تھا۔ ، صرف کوہ روز شنبہ کوٹہ سے کوچ ہوا۔
 دو منزل پر مکندراجو عجیب کوہ تانی سلسلہ ہے۔ نظر آیا۔ سلسلہ مکندرہ کوٹہ سے دو روزہ راہ کے فاصلے پر ہے۔

آگے کوٹہ منزلیں طے کر کے ۲۵ صفر کو اجین پہنچے۔ اجین ایک قدیم شہر ہے، صوبہ مالوہ کا صدر مقام اور راجہ بکرماجیت کا تخت گاہ ہے۔ اس راجہ کی جو دو سخاوت اور شجاعت کی حکایات ہندوستان میں مشہور ہیں اور بکرماجی تاریخ جو کہ معمول اہل ہند ہے اس راجہ کے عہد سے ہے اور اب اس کو ۱۸۲۳ سال شمس گزر چکے ہیں۔ اس زمانے میں یہ شہر زیر تصرف روسائے مرہٹہ ہے۔ شہر اجین بہت زیادہ آباد ہے۔ عمارات شہرہ منزل، چار منزل بلکہ اس سے بھی زیادہ منزل کی ہیں۔ قبر مولانا مغیث الدین، جو کہ سلطان المشانج حضرت نظام الدین اولیا دہلوی کے مرید تھے، اس شہر میں کنار دریا پر واقع ہے، وہ ایک مصفا اور دلکش مقام ہے۔ یزار و یتبرک

تین روز اجین میں قیام کیا اور ربیع الاول کی چاند رات کو جمعہ کے دن اندور پہنچنا ہوا جو کہ اجین سے دو منزل پر ہے اور سولہ کوس کا فاصلہ رکھتا ہے۔

اندور اندور بہت بڑی آبادی ہے اور بڑی منڈی ہے۔ بندر گاہ سورت و دیگر بندر گاہوں کا مال یہاں لایا جاتا ہے اور یہاں سے دیگر بلاد ہندوستان کو لے جاتے ہیں۔ ہندوستان کی ایشیا ہمیں سے بندر گاہوں کو جاتی ہیں۔ شہر برہان پور، کہ قافلے اس راستے سے جاتے ہیں۔ اندور سے سات روز کے راستے پر ہے۔ اور سورت، برہان پور سے پندرہ دن کی راہ ہے۔ اور جس راہ سے تاجر آتے جاتے ہیں اس راہ سے شہر بھڑوچ۔ جو کہ گجرات کے عمدہ بندر گاہوں میں سے ہے اور جس کے نیچے سے دریائے نرہدا بہتا

اس سلسلہ کوہ مکندراجو ہڑوتی اجنٹی اور مالوہ کے درمیان واقع ہے اور اوسط درجے کی بلندی سے کچھ اونچا ہے
 گوشہ جنوب شرق سے گوشہ شمال مغرب کی طرف چلا گیا ہے۔ (جغرافیہ راجپوتانہ)

ہوا سمندر میں گرجاتا ہے۔۔۔ ایک سو میں کو س ہے۔ اور بہرہ روج سے سورت کہیں
 کو س ہے۔ لیکن بجز تجارت کے کہ یہاں کے زمینداروں سے میل ملاقات رکھتے ہیں۔ دوسروں
 کی آمد و رفت اس راہ سے بغیر رفاقت تجارت مشکل ہے۔ اگرچہ یہ سب کوہستان کی دشوار
 گزار گھاٹیوں کے اس راستے میں بہت تاخیر ہوتی ہے لیکن آرام و امن تمام طے ہو جاتا ہے۔
 یہ راتہ اپنی نصف مسافت تک حد صوبہ مالوہ ہے اور اسکے بعد صوبہ گجرات ہے۔
 ان ترحیلات کی بنا پر جو اندور کے لوگوں نے بیان کیں یہ راہ اختیار کی گئی۔

اندور سے دو شنبہ کے دن ۳ رجب الاول کو بسمت بہرہ روج روانہ ہوئے۔ سات منزل
 طے کر کے تیس کو س پر راج گڑھ میں اترے۔ مانڈو، جو کہ عرصہ تک تخت کاہ سلاطین
 غوری رہ چکا ہے اور جن کے حالات، تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہیں۔ یہاں سے چا۔
 کو س رہ گیا ہے۔ شہر مانڈو ویران ہے، تھوڑی سی آبادی ہے اور وہ بھی شہر سے باہر۔
 کہتے ہیں کہ وہاں سلاطین مذکورہ کی عمارات عظیمہ کے آثار اب بھی محل عبثت بینندگان ہیں۔
 ان قصر کہ باچرخ بھی زو پہلو بر در گہ اد شہاں نہاد ندے رو
 دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختہ، بنشستہ ہی گفت کہ کو کو کو
 دریائے چنبل کوہستان مانڈو سے نکلا ہے۔ مانڈو سے چند کو س کے فاصلے پر دہار ہے
 جو مشہور شہر ہے۔ راج گڑھ میں دو دن قیام رہا۔ ۱۶ رجب الاول کو کوچ ہوا۔
 پچاس کو س تک ویرانہ سامنے آیا، دشوار گزار کوہستان، اور جنگل ہی جنگل ہے۔ اسی قسم
 کے علاقے کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے:-

تیسے بغایت پُر خطر خالی زراہ و راہ بر

نے دروے از چنے اترنے درے اذانیے نشان

مگر بعض جگہ بانس کے چند گھر نظر آئے۔ یہاں کے باشندے اگرچہ صورتاً آدمی
 ہیں لیکن سیرت حیوان رکھتے ہیں۔ ان کی زبان سمجھی نہیں جاتی۔ ان پہاڑوں میں
 چند جگہ، لوہے، اہق اور مردارنگ وغیرہ کی کان دیکھی گئی۔

شنبہ ۱۷ رجب الثانی۔ دہلی (۱۶) جو بہرہ روج سے تیس کو س کے فاصلے پر ایک قصبہ ہے،

پہنچے۔ اور بیچ اثنانی کو وہاں سے کوچ کر کے اور بیچ اثنانی کو بہرہ وچ آگئے۔
 ۱۴، بیچ اثنانی کو نہ بھاپا کر کے اکلیر میں رہے یہاں پر شہدِ حلیم کا مزار ہے، وہاں حاضر ہوئے
 شہدِ حلیم، معاصر جہانگیر تھے۔ ان بزرگ کے خوارق، یہاں کے باشندوں کی زبان پر تو اتر کے
 ساتھ ہیں۔ اکلیر سے چل کر ۱۴ اور ۱۵ کی درمیانی شب میں دریائے تاپتی کو عبور کر کے
 سورت کے بیرونی حصے میں رات گزری۔ اور بیچ اثنانی کو اندرون شہر میں مدرسہ خواجہ
 دیوانہ علیہ الرحمہ کے اندر اترنے کا اتفاق ہوا۔

خواجہ دیوانہ دو واسطوں سے خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے خلیفہ ہیں۔
 وہ توران سے اس دیار میں آئے ہیں اور ان کے فیض ظاہر و باطن سے
 ایک عالم ستیض ہوا ہے، انھوں نے سلسلہ میں وفات پائی ہے اور اب تک انوارِ ولایت
 ان کے مزار، ان کی مسجد اور مدرسے سے ظاہر ہیں۔ قاصدانِ حرمین شریفین کا درود گاہ
 اکثر و بیشتر یہی جگہ ہے۔

شہر سورت پیش از زمان خواجہ دیوانہ ایک ویرانہ گاؤں تھا خواجہ بند کور نے
 ولایت سے آکر یہاں سکونت اختیار کی اور آبادی شروع ہو گئی اور رفتہ رفتہ
 موجودہ ترقی کو پہنچ گیا۔ اس سے پہلے شہر ناندیر (غالباً راندیر) بندر گاہ تھا،
 جو کہ سورت کے سامنے تاپتی کے اس طرف ایک قدیم شہر ہے۔ ناندیر (راندیر) کے مقابلہ
 میں ایک تابعی کی قبر بھی ہے، لیکن اس قبر کی جگہ متعین نہیں ہے۔ دیگر بزرگوں کے مزارات
 بہت سے ہیں۔ اس کی مسجد اب سے نو سو سال پہلے تعمیر ہوئی ہے۔ لیکن اب ناندیر
 (پہلے کے مقابلے میں) دیران ہو گیا ہے، تھوڑی آبادی رکھتا ہے، البتہ سورت میں بہت
 رونق ہے اور وہ آبادی سے معمور ہے، تمام ملک ہندوستان، چین، فرنگ، عربستان
 اور ایران کے اہل سنت و فطرت اور ان کے علاوہ جو اشیاء درکار ہوں یہاں حاصل ہو جاتی ہیں
 عتباتِ اسلام اور رونقِ مساجد جو سورت میں دکھی گئی وہ اس زمانے میں شاید تمام
 ہندوستان میں نہ ہوگی۔ غالباً یہ برکات، مجاورت و ہمالگی حرمین شریفین کی بنا پر
 ہیں اور اسی بنا پر سورت کو باب مکہ کہتے ہیں۔

سورت میں پہنچنے کے دن مجمع کلمات ظاہر و باطن مولیٰ
مولانا خیر الدین محدث سورتی خیر الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ کی خدمت میں

پہنچا اور ان کے حلقہ درس حدیث میں حدیث پڑھی۔ ان کی ذات ہی تبرک اور منقنات روزگار سے ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں کے لئے ان کا وجود باعث انجالی ہے۔ انہوں نے دو بار سفر حرمین کیا ہے۔ قریباً پچاس سال سے درس حدیث و افادہ طالبان راہ حق میں مشغول ہیں بہت سوں نے ان کی خدمت میں علوم ظاہر و باطن حاصل کئے ہیں۔ زائرین حرمین شریفین کے لئے ان کی ذات عالی، لجاد ملاذہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قدر عزت عنایت فرمائی ہے کہ شریف مکہ اور تمام حکام دکن، تعظیم و توقیر کے ساتھ ان کو مکاتیب لکھے ہیں اور ان کے مراسلات کو احترام تمام کے ساتھ وصول کرتے ہیں اسکے باوجود ان پر تواضع و انکسار اس قدر غالب ہے کہ بار بار دیکھا گیا ہے کہ ہماؤں اور فقراء کے لئے کھانا خود لاتے ہیں اور ان کے سامنے لا کر اپنے ہاتھوں سے رکھتے ہیں۔ محتاجوں کی حاجت روائی کے لئے سعی بلیغ فرماتے ہیں۔ اور یہ نفس نفیس پیادہ یا سواری سے اس شخص کے مکان تک تشریف لے جاتے ہیں جس کے ذریعے سے کسی کی حاجت کو پورا کرنا ہوتا ہے اور حتی الامکان صاحب حاجت کی ہم کو انجام دیتے ہیں۔ اقامت سورت کے زمانے میں میں نے چند پارے صحیح بخاری کے اور صحاح کی ہر کتاب کا کچھ حصہ جلدی جلدی ان سے پڑھا عبادت حاصل کی۔ چونکہ موسم کشتی قریب آگیا تھا اس لئے اس سے زیادہ پڑھنا میرا نہ آیا۔

کشتی پر سوار ہونے کے ایام میں فقیر کو ان سے کچھ عرض معروض کرنا تھا۔ بعد نماز ظہر خدمت قدس میں آیا، مثلاً تک مجلس کا سلسلہ ہا فقیر کی طرف متوجہ رہے اور بات چیت فرماتے رہے، لیکن

مولانا خیر الدین محدث بن محمد زاہد بن حسن محمد زبیری۔ زبیر بن عبد المطلب، عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں تھے۔ سورت میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ مولانا عبد الغفور اور شیخ محمد بن عبد الرزاق حسینی اپنی سے علم حاصل کیا اور طریقہ نقشبندیہ، شاگرد اللہ سے پھر شاگرد اللہ سے حاصل کیا جو میں شریفین کو حج و زیارت کے لئے گئے اور شیخ محمد حیات ندوی سے علم حدیث حاصل کر کے پھر سورت کو لوٹ آئے اور پچاس سال سورت میں درس حدیث لیا۔ شاہ الحدیث ارشاد الطالبین اور مسائل سلوک ان کے منقنات ہیں۔ اور جب مشکوٰۃ کو دفات پالی اور سورت بھی میں دفن ہوئے۔
 (زیر تہ الخواطر جلد ۷)

فقیر سے اس دن اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہ ہو سکا۔ جب مجلس سے اٹھا تو یہ شعر اپنے پڑھا۔

آسمان سجدہ کند بہر زمینے کہ درو

یک دو کس یک دو نفس بہر خدا نشیند

اس شعر نے ایک عجیب تاثیر دل میں پیدا کی۔ صبح کو پھر خدمت عالی میں گیا اور جو کچھ مجھے عرض کرنا تھا میں نے عرض کیا اور جو کچھ انھیں فرمانا تھا انھوں نے ارشاد فرمایا۔ جو کچھ بتایا اس کی اجازت بھی عطا فرمائی اور کلاہ مبارک اپنے سسر اتار کر فقیر کے سر پر رکھی اس وقت یہ شعر مولوی صاحب کی زبان سے نئے۔

نسبتِ پا کاں طلب کن در پئے ایشان مرد غرق دریا میشود فرعون، موسیٰ پیشواست

بہر ن صوت میسر نگر دو آ زادی بہ میں اسپر نفس طوطیان گو یارا

ایک عجیب انکشاف جن دنوں فقیر دار و احبین تھا، ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ آپ حج کو جا رہے ہیں، مرنیہ منورہ بھی جانا اور اسکی زیارت کی سعادت بھی حاصل کرنا، اس قول سے مجھے سخت تعجب ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اس قدر سفر کرے اور بغیر حصول زیارت مرنیہ منورہ۔ گھر کو لوٹ آئے۔ اس دوست نے کہا کہ اس شہر میں بہت سے اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے حج تو کیا ہے لیکن بغیر مرنیہ منورہ حاضر ہوئے گھر کو واپس ہو گئے ہیں۔ میں نے ایک دن تعجب کے ساتھ اس بات کو مولوی صاحب سے ذکر کیا تو انھوں نے اس قسم کا ایک واقعہ سنایا۔ اور ساتھ ہی ساتھ فرمایا کہ خود مکہ میں ایسے لوگ ساکن ہیں کہ وہ معمر ہو گئے ہیں اور حج اسلام بھی نہیں کیا ہے۔ ان کو امور معاش میں اس قدر مشغولیت ہے کہ آیام حج میں، ادائے مناسک حج کی فرصت ہی نہیں پاتے ہیں۔

وما التوفیق الا من عند الله العزيز الحكيم

ذاتی تجربہ اور بعد حصول مکہ معظمہ میں نے خود دیکھا کہ ایک ہندوستانی فقیر جو میری کشتی میں سوار تھا، مکہ میں آیا، حج میں ابھی ڈیڑھ ماہ باقی تھا وہ فقیر دروڑ مکہ معظمہ میں رہا اور

بے صبری کے جذبے کو لوٹ گیا ہر چند اس کو ملامت کی گئی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس نے کہا کہ مکہ میں نے دیکھ ہی لیا اور طواف بھی کر لیا اب میرا یہاں کیا کام رہ گیا؟ انہیں دنوں کشتیاں سورت کی طرف روانہ ہو رہی تھیں وہ ایک کشتی میں بیٹھ کر چلتا بنا۔

محدث سورتی کے دو صاحبزادے ہیں بڑے صاحبزادے
مولانا خیر الدین محدث سورتی
کے صاحبزادے

محدث سورتی کے دو صاحبزادے ہیں بڑے صاحبزادے
مولانا خیر الدین محدث سورتی
کے صاحبزادے

خلف الصدق ہیں۔ علوم و فنون کی تحصیل کی ہے اور کتب علوم دینیہ پر عبور حاصل کیا ہے۔ اس سال کہ فقیر وارد سورت ہوا ہے انہوں نے ایک کشتی بنائی ہے جس کا نام سفینۃ الرسول ہے۔ وہ اسی میں سوار ہو کر سفر حج کے لئے روانہ ہوئے۔ مولوی صاحب کی فرط شفقت و محبت اور خود صاحبزادے کی محبت و الفت باعث اس امر کا ہوا کہ آتے جاتے اسی سفینۃ الرسول پر سوار ہوا اور اول سے آخر تک ان کے ساتھ ساتھ رہا صاحبزادے کے اخلاص کا مظاہرہ ہر روز زیادہ ہی ہوتا رہا۔

دوسرے صاحبزادے کا نام نظام الدین ہے۔ یہ بھی تحصیل علوم کر رہے ہیں اور صفات حمیدہ میں اپنے بڑے بھائی کے مشابہ ہیں۔

مولوی صاحب کے چند رسالے آداب طریقت، تربیت
محدث سورتی کی تصنیفات

مولوی دلی اللہ دراصل احمد آباد گجرات کے رہنے والے ہیں۔
مولانا غلام محمد اور
مولانا ولی اللہ سورتی

ان کے والد مولانا مولوی غلام محمد تمام علوم میں ایک تبحر عالم ہوا۔
مولانا نظام الدین لکھنؤی (فرنگی علی) کے شاگرد تھے۔ مولانا
غلام محمد نے عارف باللہ شیخ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ سے استفادہ علم باطن کیا تھا۔ قرأت میں یگانہ عصر تھے۔ انہوں نے مراد آباد میں چند روز اقامت کی ہے بالآخر ہردان پور میں آکر قیام پزیر ہو گئے تھے۔ آخر ایام زندگی تک ان کے علوم ظاہر و باطن کے فیض سے خلق کثیر مستفیض ہوئی۔ اس کمال ظاہر و باطن اور رجوع خلق کے باوجود اپنا مشغلہ قدیم جو کہ بافندگی (کپڑا بنانا) تھا ترک

نہیں کیا اور اپنی اور اپنے اہل و عیال کی گذراوقات اسکی پیشے سے کرتے تھے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔
 مولوی ولی اللہ بعد تکمیل تحصیل علم اپنے والد ماجد کے ساتھ ددرتہ سفر حرمین میں گئے اور مدینہ
 منورہ میں شیخ ابوالحسن سے حدیث کی سند لی اور سورت میں آکر پائے ہمت کو دامن قناعت
 میں لپیٹ کر ہمیں کی سکونت اختیار کر لی، افادہ طلباء علم میں مشغول رہتے ہیں اور استقامت
 و توکل کے ساتھ موصوف ہیں۔

مولوی ولی اللہ سے میں نے یہ واقعہ سنا کہ پن گجرات میں ایک شخص تھا محمد صالح
ایک عجیب واقعہ نام۔ وہ صابغ اور کامل انسان تھا۔ صنعت پارچہ بانی اس کا پیشہ تھا
 اور اسی سے اپنی گذراوقات کرتا تھا ان شخص کی عادت تھی کہ جب آذان کان میں آتی تو
 فوراً کام چھوڑ دیتا تھا اور مسجد کی طرف چلا جاتا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ وہ اپنے کام میں مشغول
 تھا اور صرف ایک تاری میں باقی رہ گیا تھا کہ آذان کان میں آئی۔ اس نے سوچا کہ
 ایک تار کو معطل نہ چھوڑوں چنانچہ اس کو نمٹا کر پھر کھڑا ہوا جب مسجد میں آیا اور وضو کے لئے
 پانی حاصل کرنے کے لئے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو ڈول بجائے پانی کے زروسوخ سے بھرا ہوا
 نکلا۔ اس نے سمجھا کہ یہ میسر اور پرتاب ہوا ہے یعنی میں نے طلب دنیا میں نماز کی طرف
 بھٹنے میں تاخیر کر دی اس لئے مجھے دنیا دی جا رہی ہے، فوراً استغفار کیا اور درگاہِ الہی
 میں عرض کیا کہ اے اللہ مجھے یہی بافندی بہت ہے میں اور کچھ نہیں چاہتا آئندہ نماز میں تاخیر نہ کر دوں گا
 اسکے بعد ڈول کنوئیں میں ڈالا تو حسب معمول پانی سے بھرا ہوا برآمد ہوا۔

(مولانا) مولوی ولی اللہ نے یہ بھی سنا یا کہ شیخ علی متقی باب لقمہ میں
شیخ علی متقی کی احتیاط احتیاط بیان کرتے تھے اور اپنی کمائی کاٹن خشک کھاتے تھے۔
 اتفاقاً ان کا گذر گجرات میں ہوا اور شیخ وجیہ الدین گجراتی سے جو کہ خود متقی علماء میں سے تھے۔
 ملاقات کے لئے گئے۔ شیخ وجیہ الدین اس وقت کھڑی تباہی فرما رہے تھے۔ انھوں نے
 شیخ علی متقی کو کھانے پر بلایا، شیخ علی متقی سے ایک قسم کا انکار ظاہر ہوا اس پر شیخ وجیہ الدین نے

۱۔ مولانا ولی اللہ سورتی نے ارجحادی الاولیٰ سنہ ۱۰۱۰ھ میں وفات پائی۔ (نزهتہ الخواطر جلد ۱)

فرمایا کہ ”وجیبہ الدین کی کھڑی تھاری خشک روٹی سے (کسی طرح) کم نہیں ہوگی۔ یہ سن کر شیخ علی متقی نے کھڑی کھانی شروع کر دی اور اس کھانے کی برکت سے اپنے باطن میں پہلے سے زیادہ نورانیت پائی۔ جب ایک مقدار کھا چکے تو شیخ وجیبہ الدین نے اسے خوش مزاجی فرمایا ”جناب بس کیجئے اسی قدر کھڑی کھانا کافی ہے“

شیخ محمد طاہر کی خدمت میں
اکبر بادشاہ کی ایک حاضری

مولانا مولوی دلی اللہ نے ایک واقعہ یہ بھی سنا یا کہ جب اکبر بادشاہ نے گجرات کو فتح کیا اور پٹن میں شیخ محمد طاہر سے۔ جو کہ علوم ظاہر و باطن میں اکابر عہد

سے تھے اور شیخ علی متقی سے مرید تھے اور مجمع البعائر وغیرہ کتابوں کے مصنف تھے۔ ملاقات کے لئے آیا اور ان سے کہا کہ کوئی خدمت ہو تو فرمائیے شیخ محمد طاہر نے فرمایا کہ میری آرزو صرف یہ ہے کہ اگر میری اولاد میں سے کوئی تمہارے پاس یا تمہارے فرزندوں میں سے کسی کے پاس آئے تو اس کو دربار میں جگہ نہ دی جائے بلکہ نکال باہر کیا جائے۔ پھر تھوڑے سے توقف کے بعد فرمایا کہ میں اس کہنے سے کوئی فائدہ نہیں وہ دربار میں جائیں گے اور تم جگہ دو گے۔ آخر ان کے پوتوں میں سے ایک شخص اور نگ زیب عالمگیر کے پاس آئے اور شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب ہوئے اور جگہ عظیم پایا۔

شیخ محمد سمان
مولانا مولوی دلی اللہ نے ان خصوصیات کو بھی بیان کیا جو شیخ محمد سمان مدنی سے ان کو تھیں۔ شیخ محمد سمان مذکورہ قادری تھے۔ مدنیہ منورہ

میں سدا فاضلہ و افادہ پر فائز رہ کر طالبین کو فائدہ پہنچاتے تھے۔ ایک مدت تک ساکنانِ طریقت ان کی طرف کوچ کر کے جاتے تھے، چند سال ہوئے کہ وہ انتقال کر گئے ہیں رحمتہ اللہ علیہ و علی سائر عباد اللہ الصالحین۔

بوہرہ قوم | بوہرہ ایک قوم ہے بڑی تعداد میں۔ ان کی اصل صوبہ گجرات ہے۔

اسے دراصل ان سے پہلے ان کے والد ماجد قاضی عبدالوہاب، عالمگیر کی خدمت میں باوریا ہو کر منفی عسکر پھر صدر قاضی ہوئے (یاد ایام تاریخ گجرات مولفہ مولانا حکیم سید عبدالحمید حسنی رائے بلوچی مرحوم

یہ سب کے سب تاجرا اور اہل حرفہ ہیں۔ ان کا لقب بوہرہ غالباً اسکی تجارت کے مشغلے کی وجہ سے پڑا ہے۔ اس لئے کہ ہندی میں بیوہا تجارت کو کہتے ہیں۔ بوہروں کے دو فرقے ہیں ایک شیعہ اسماعیلیہ (ان کے عقائد وغیرہ تفصیل سے بیان کئے ہیں جن کو بخوف طوالت حذف کیا جاتا ہے فریدی) یہ فرقہ جماعت خور کہلاتا ہے۔ اجین، سر و سنج وغیرہ میں یہ لوگ آباد ہیں۔

دوسرے اہل سنت و جماعت ہیں اس جماعت کو جماعت کلاں کہتے ہیں اور یہ لوگ پٹن گجرات اور احمد آباد میں ساکن ہیں اور ان میں کی جماعت کثیر بندر گاہ سورت، جدہ اور حرمین شریفین میں تجارت و صنعت و حرفت میں مشغول ہے۔ یہ لوگ فضائل دینیہ سے متصف ہیں اور ان کی رسوم و عادات بہ سبب ان اکابر علماء کی تاکید کے جو اس قوم میں گزرے ہیں، موافق سنت ہیں۔ شیخ محمد طاہر پٹنی مذکور، سنی بوہروں میں سے تھے۔ سابق زمانے میں دونوں قسم کے بوہرے آپس میں خلط ملط تھے اور کوئی امتیازی خط درمیان میں نہیں تھا۔ شیخ محمد طاہر نے پٹن میں اور سید محمد جعفر نے (جو کہ عالم و بزرگ تھے) احمد آباد میں باشارہ نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں فرقوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ اور اس سلسلے میں بڑی جدوجہد کی، یہاں تک کہ دونوں فرقے ایک دوسرے سے ممتاز ہو گئے۔

بزبان مولوی ولی اللہ اس قوم کی عجیب عجیب حکایتیں سنی تھیں اور ان کی تصدیق محمد بن جمال الدین سے ہوئی جو اسی قوم کے ہیں اور سفر سمندر میں شریک کشتی بھی تھے۔ ان حکایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شیخ محمد طاہر کے وقت میں پٹن میں ایک درویش دار دہوا، وہاں کے ساکنین میں سے کسی نے اسکے ساتھ کچھ بدسلوکی کی، اس درویش نے بددعا کی اور کہا خداوند اس قوم کی روزی سفر میں مقدر کرنا جب یہ شیخ محمد طاہر کو پہنچی اور انھوں نے جان لیا کہ دعائے درویش محل قبولیت تک پہنچ گئی ہوگی تو انھوں نے دعا کی، خداوند اس قوم کی روزی سفر حرمین میں مقدر کرنا وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، اس قوم میں یہ رواج ہے کہ تولد پسر کے بعد سے جس طرح دوسری قوم کے والدین تقرب خندا اور تقرب نکاح کی منکر میں رہتے ہیں یہ لوگ بچے کو حرمین شریفین پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ بچہ بارہ تیرہ برس کا ہوا اور انھوں نے اسے پٹن لے کر معظّمہ پٹنیا۔ ہر سال ان کے چند گئے

حرمین جاتے ہیں اور وہاں پہنچ کر قوم کے بڑے آدمیوں میں سے کسی ایک کے پاس خواہ وہ
 اقربا میں سے ہو یا اجنبی ہو۔۔۔ بطور خدمت گزار رہتے ہیں اور خدمتگاروں کی طرح اسکی
 خدمت بجالاتے ہیں۔ اس زمانہ خدمت گزاروں میں زبان عربی اور تجارت کے معاملات سے
 واقف ہو جاتے ہیں۔ پھر اگر اس خادم بچے کا باپ غریب ہے تو بچے میں آثارِ رشد معائنہ کرنے کے
 بعد وہ مخدوم رئیس اپنے مال میں سے ایک رقم اس کو بطور قرض دیتا ہے تاکہ وہ اس کو اس مال
 قرار دے کر خود تجارت کرے۔ وہ جتنے سال میں قرض کی ادائیگی کا وعدہ کرتا ہے اوپر دیتا ہے اور
 اپنے منافع کو اس مال بنا لیتا ہے۔ اور اگر بچے کا باپ مالدار ہو تو وہ حسب استطاعت کچھ مال دے
 کر اس کو بھرتا ہے اور وہ روپیہ مخدوم کے حوالے رہتا ہے اس کے منافع میں سے پانچ مخدوم کو
 حق التعلیم کے طور پر ملتا ہے باقی بچے کا ہوتا ہے۔ خدمت مخدوم میں دس برس بچوں کی طرح یہ مالدار
 کا لڑکا بھی مشغول رہتا ہے بعد ازاں دس سال، بیس سال یا تیس سال کے اندر جب بھی بچے سر ملے
 ہو چاہتے ہیں گھر واپس آتے ہیں اور شادی کرتے ہیں پھر اگر چاہیں تو ہندوستان میں دوکان کریں
 اور چاہیں تو عربستان جائیں وہاں تجارت کریں۔ اسی وجہ سے اس قوم میں کوئی بھی ایسا
 نہیں الامن شاد اللہ۔ کہ اس نے مکرر حج نہ کیا ہو اور زبان عربی نہ جانتا ہو اس کے بعد بوسوں
 کی دعوت ملعام کا ذکر کیا ہے جو ہفتے میں یا عشرے میں ایک مرتبہ کجانی ہوتی ہے اور سال بھر میں اس کا
 حساب ہو جاتا ہے۔ (قریبی)۔

مولانا سید عبدالسکر جبرد ^{رحمۃ اللہ علیہ} | حوت میں ایک عالم متقی سید عبدالشہید میں ان کا اصل وطن لاہور ہے
 انھوں نے برہان پور میں مولوی غلام محمد صاحب مذکور سے تحصیل
 تکمیل کی ہے جو من شریفین کی زیارت کے بعد کچھ اوپر تیس سال سے سورت میں بطریق توکل مقیم
 اور افاضتہ علوم دینیہ میں مشغول ہیں۔ چند سال سے نابینا ہو گئے ہیں لیکن چونکہ تمام فنون میں
 متبحر عالم ہیں اس لئے اب بھی درس میں خلل نہیں آیا ہے۔ فن فارسی میں بہت قدرت رکھتے ہیں
 خود بھی عربی و فارسی زبان میں فکر سخن کرتے ہیں۔ تجرد تخلص ہے۔ چند شعروں سے شعرا کے
 آپ کی زبان سے سنے تھے (ان میں سے دو شعر یہ ہیں)

جاں طلب از ضعف نتواند رسید ما بزور نا توانی زندہ ایم

عقیق و لعل و گر، اشکِ لعل گوں و گر است
 و گر و گر بود اے دستان، جگر جگر است
 مندرجہ ذیل دو شعر آپ کے متاخر فکر سے ہیں۔
 از زودیم، تجرّد مطلب جمعیت گل شد آشفقہ اذال روز کہ زریں پیرا کرد

جو تجھ میں لطف ہے سو ناک کو خبر نہیں خورشید کیا ہے اس کی فلک کو خبر نہیں
 سورت سے جانے کے بعد میں مولوی صاحب (سید عبدالشکر تجرّد) کی خدمت میں پہنچا اور
 بہت دیر تک بیچارہ ہا اور ان کے فوائدِ صحبت سے مستفیض ہوا۔ فقیر کی مفارقت پر بہت کچھ اظہار
 ملال فرمایا۔

سورت میں ساداتِ عیدروس کے مقابر میں ان حضرات
 سورت میں مزارات و مقابر کی اصل عدن مین ہے ان کے اجداد میں اکابر اولیاء
 گزرے ہیں جن کے فضائل مشہور و معروف ہیں۔ ان کو ساداتِ باعلوی بھی کہتے ہیں ابو علی
 کی طرف منسوب کر کے۔ عیدروسیوں کے طریقے کا خلاصہ اجیاء العلوم (غزالی) پر عمل
 کرتا ہے اور اس کو بطورِ وظیفہ پڑھنا۔ یہ لوگ عدن سے احمد آباد گجرات آئے ہیں وہاں سے
 سورت، سورت میں اس خاندان کی تعظیم و توقیر تمام عوام و خواص کرتے ہیں۔ اس وقت
 سید محمد بن سید عبدالشکر بن سید زین العابدین۔ حسن اخلاق میں یادگار اسلاف ہیں۔
 مزارِ خواجہ محمد دہراد ^{۱۰۲۲} خواجہ محمد دہراد، خواجہ دیوانہ کے معاصر تھے۔ ۱۰۲۲ھ میں وفات
 ہوئی۔ خورد و بیدو تاریخِ وفات ہے۔ نغمات الانس مولفہ مولانا حاجی

۱۰۲۲ھ دراصل باعلوی علوی کی طرف نسبت ہے۔ جیسا کہ با نقیہ محمد نقیہ کی طرف نسبت کر کے کہا جاتا ہے۔ سادات
 باعلوی، حسینی جعفری ہیں۔

۱۰۲۲ھ مولانا عبدالرحمن حاجی کے تربیت یافتہ تھے۔ تان سین زمیندار کا مرتبہ ان ہی کے ہاتھ پر شرف
 باسلام ہوا۔ (یاد ایام تاریخ گجرات مولفہ حکیم سید عبدالحی)

پر آپ کا تاثیر ہے جو بہت سے حقائق و معارف پر مشتمل ہے۔ فقیر نے اس حاشیے کا کو مضمون مطالعہ کیا ہے۔ (مولانا) مولوی خیر الدین صاحب (محدث) فرماتے تھے کہ ان بزرگ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مونس مبارک تھا۔ اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ جب مجھے قبر میں رکھیں تو مونس مقدس کو میری آنکھ میں رکھ دیں، چنانچہ وہ مونس مبارک ان کی آنکھ میں رکھ دیا گیا۔ مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ ان بزرگ کے مزار کی زیارت کے لئے جاؤ، وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کا ایک جز (مونس مبارک) دفن ہے۔ جب احقر ان کی قبر پر گیا تو انشراح قلب ہوا اور وہ حضور جو ثمرہ صحبت اہل اللہ ہے محسوس کی۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

ناندریہ میں قبر معلم حسن | ناندریہ (راندریہ) میں بیرون شہر معلم حسن کی قبر ہے وہ معلم

بتیاسی کے نام سے مشہور ہیں، درحقیقت یہ بتیاس (چاہ

آب جہانہ) کی تصحیف (بگاڑ) ہے۔ یہ بزرگ کالمین میں سے تھے ان کا واقعہ جیسا کہ ثقات بہت ناندریہ سے سنا گیا ہے یہ ہے۔ واللہ اعلم بصحتها۔ کہ یہ ایک جہانہ میں تھے کہ ان کا بتیاس میں پانی ختم ہو گیا اور گوں نے ان سے اس کا ذکر کیا انھوں نے فرمایا کہ سمندر کا کھاری پانی بتیاس میں بھر کر اس کو نفل کر دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا صبح کو معلم حسن کو فرش خواب پر مردہ پایا گیا۔ لوگوں کو فقدان آب نے تو سراپا کر ہی دیا تھا موت معلم اسکے اوپر اور طرہ ہو گئی، ناگاہ معلم حسن کے سر لانے سے ایک رقعہ ان کے فلم کا لکھا ہوا بایں مضمون پایا گیا۔ میری اجل موعود قریب پہنچ گئی ہے تم لوگ بتیاس سے پانی حاصل کرو اور مجھ کو صندوق میں رکھ کر سمندر میں ڈال دینا اور صندوق کے پیچھے پیچھے جہاز چلانا جہاں صندوق پانی میں ڈوبے وہیں سنر کر لینا۔ اور ہر بتیاس کو کھولا تو اس میں میٹھا پانی پایا۔ معلم حسن کو بعد تجنیز و تکفین و نماز، صندوق میں رکھ کر پانی میں ڈال دیا۔ رات کو ایک فانوس صندوق پر رکھتے تھے اور اسکی روشنی میں چلتے تھے بعد چند دن کے صندوق پانی میں نیچے کو چلا گیا۔ اس جگہ سنر کیا گیا، جبٹ کھا تو وہ جگہ بارہ ناندریہ تھی۔ جہاز سے چھوٹی کشتی میں سوار ہو کر ناندریہ آئے۔ ناندریہ پہنچنے سے پہلے صندوق گھاٹ گنائے پر ظاہر ہو گیا تھا وہاں سے نکال کر معلم حسن کو دفن کیا گیا۔

134758

میں ان کی زیارت پر بھی گیا ان کی قبر کی لوح پر یہ رقم لکھا، "توفی فی سنۃ احد
وعشرین و سبعمائة۔ (۱۱۱۱ھ)

سورت کے کچھ اور حالاً | سمندر، سورت سے بارہ کوس ہے اور اس بنگلہ کو بارہ کہتے ہیں
دریائے تاپتی برہمن پور کے متصل پہاڑوں سے نکلا ہے،

اور سورت کے نیچے سے ہوتا ہوا سمندر میں گر جاتا ہے۔ بڑے بڑے جہاز بارہ پر رہتے ہیں
سورت تک نہیں آسکتے مگر موسم برسات میں جب کہ امواج سمندر طوفان خیز ہو جاتی ہیں،
اور شدت تلاطم سے لسنگر ٹوٹ جاتے ہیں۔ جہازوں کو تاپتی کے اندر داخل کر کے متصل
شہر لاتے ہیں تاکہ صدمات امواج سے محفوظ رہیں۔ ایک دو سفر کے بعد جب کہ جہازوں کے
بیرونی حصے پر رنگ دروغن کرنا ہوتا ہے تو اس وقت بھی جہازوں کو نزدیک شہر لا کر خشکی پر
لاتے ہیں۔ نئے جہاز بھی تاپتی کے کنارے تیار ہوتے ہیں جب تیار ہو جاتے ہیں تو تراب
کے وقت دریائے تاپتی میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ جہازوں کا دریائے خشکی میں اور خشکی سے
دریا میں لانا ایسا عجیب پر صنعت کام ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، اس کو بیان نہیں کیا
کیا جاسکتا۔ ان ایام میں جب کہ فقیر سورت میں وارد ہوا ہے دو نئے جہاز تیار ہوئے
ہیں، ان کا سمندر میں پہنچانا اپنی آنکھوں سے دیکھا اور عجب قدرت حق کا معائنہ کیا۔

(دریا کے ذریعے) سورت میں رات دن میں دو بار سمندر کا مہ آتا ہے اور بالائے شہر
تک پہنچتا ہے۔ اور دریا کا پانی میٹھا ہوتا ہے۔ مگر موسم گرما میں دو ماہ جب کہ آب تاپتی
کم ہوتا ہے اور آب شور کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس زمانے میں لامحالہ آب شور ہی شہر تک
پہنچتا ہے دو ماہ تک دریا کا پانی کھاری ہوتا ہے مردم شہر ان دنوں آب دریا کا پناہ تو ف
کرتے ہیں اور مٹیے کنوؤں کا پانی (جو کہ بیرون شہر میں) استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ زیادہ تر
آب باراں کا استعمال کرتے ہیں۔ بڑی بڑی مسجدوں میں اور اغنیاء کے گھروں میں
زیادہ تر سرپوش جو ضعیف ہوتی ہیں اور اس کو تاکہ کہتے ہیں۔ آب باراں، موسم برسات
میں بھتوں سے (نلوں کے ذریعے) ان برکوں (جو ضعیف) میں جمع ہو جاتا ہے اور اہل شہر کو
تمام سال کفایت کرتا ہے۔ مگر بعض برکے دوسری برسات آنے سے پہلے ہی خالی ہو جاتے ہیں

ساجد میں اور گھروں میں ٹانگہ بنانے کی یہ رسم تمام صوبہ گجرات کے امصار و بلاد میں رائج ہے۔

سورت کی عمارتیں | شہر سورت کی عمارات (زیادہ تر) چار منزلی ہوتی ہیں اور بود و باش اکثر بالائی طبقات میں ہوتی ہے نیچے کے طبقے میں سامان رکھتے ہیں۔ بالاخانے

بہت ہی خوشنما اور پر زینت بناتے ہیں۔ عمارتوں کا دار و مدار چوب ساج پر ہے جس کو ساگون کہتے ہیں۔ چھوٹی بڑی کشتیاں بھی چوب ساج ہی سے بنائی جاتی ہیں۔ اس کڑی میں یہ خاصیت ہے کہ پانی اور دیکھ کے ضرر سے محفوظ رہتی ہے۔

فن جہاز رانی | فقیر نے اس فن کی کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور اس فن کے جزئیات اس سفر میں شیخ محمود معلم سے سکھے اور شیخ محمود نے علم حساب مجھ سے

یکھا ہے۔ درحقیقت علم جہاز رانی مہماتِ نعم الہی میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدر میں تسخیر بحر اور جریان کشتی کا احسان بندوں پر ظاہر فرمایا ہے۔ اگر وہ اس

علم کا الہام نہ فرماتا تو لوگوں کو سفر سمندر ممکن نہ تھا۔ فرماتا ہے: **وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَتَّخِذُوا فِيهِ ظِلْمَاتٍ لِّلْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ آلائی۔** نیز فرماتا ہے:۔

ذَمِّنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ۔ آلائی۔ اس علم کی بنا محض اس ظن و تخمین پر ہے جو کثرتِ تجربہ سے مرتبہ یقینی پہنچ گیا ہو۔ ہر چند کہ بادی النظر میں یہ علم

مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر کوئی شخص چند بار سفر سمندر کرے اور فن ہیت و حساب و اقف ہر تو اس علم کو بخوبی جان سکتا ہے۔ اس کی مثال فقیر کے زعم میں بارہ خشکی میں سامنے

آتی ہے کہ ایک ریگستانی زمین سے بالی ووق جنگل درپیش ہے اور نشانِ راہ کچھ نہیں ہے نہ کوئی جادہ ہے۔ مسافر اس جگہ حیران و سر اسیمہ ہو جاتا ہے ناگاہ ایک تجربہ کار آدمی

جو بارہا اس راستے سے گزر چکا ہے، پوچھتا ہے اور بلا تامل سیدھا ایک طرف کو چلتا ہے اور

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے فائدے کے لئے تمہارے بنائے مگر ان کے ذریعے ظلمات بود بحر میں راستہ

پاؤ۔

۲۵ اور اللہ کی نشانیوں میں کشتیاں بھی ہیں، سمندر میں پہاڑوں کی طرح۔

منزل مقصود پہنچا دیتا ہے۔ واللہ اعلم۔

فرنگیوں کی فن جہاز رانی میں بہارت | (اس زمانے میں) جہاز رانی درحقیقت فرنگیوں کا کام ہے۔ ہوا کشتی ہی تیز چلے وہ باد بانوں

کو کھول دیتے ہیں اور جہازوں کو تیز چلاتے ہیں۔ وہ بالکل اس چابک سوار کی مانند ہیں جو سرکش گھوڑے پر بے خوف و خطر سوار ہو جاتا ہے۔ ان فرنگیوں کی اس بارے میں جو حکایتیں سنی جاتی ہیں ان سے تعجب ہوتا ہے اور مبالغے پر محمول کی جاتی ہیں۔ ایک ہمارے ہندوستان کے طراح ہیں کہ وہ علم جہاز رانی میں کیسے ہی بے بدل ہوں لیکن تیز ہوا چلنے پر ان کے ٹھکے چھوٹ جاتے ہیں اور باد بانوں کو کم کر دیتے ہیں۔

سورت سے روانگی | اور جہادى الشانہ بروز پنجشنبہ — سورت سے نکل کر سفینۃ الرسول نامی کشتی پر سوار ہوئے — ۱۲ کو لنگر اٹھایا گیا — ۱۶ کو لنگر گاہ سے نکلے — ہماری کشتی دوسری کشتیوں کے مقابلے میں چھوٹی تھی اس میں ۶۱۶ آدمی سوار تھے۔ مولوی صاحب (مولانا خیر الدین محدث) فرماتے تھے کہ دوسرے سفر حج میں بوقت مراجعت ہم جس کشتی میں سوار ہوئے تھے وہ اتنی بڑی تھی کہ اس میں گیارہ سو آدمی، چالیس گھوڑے سوار تھے اور ایک لاکھ من بوجھ لدا ہوا تھا۔

مچھلیاں | بعد چند روز کے ایک آہنوس مچھلی شکار کی گئی اس کا نیلام ہوا — آہنوس رد ہو کلاں کی مانند ہوتی، خوش رنگ اور خوش ذائقہ — مچھلیوں کی بہت سی قسمیں ہیں ایک مچھلی سقوطرہ کے قریب نظر آئی جو قامت و جنبہ میں گائے کے بچے کے برابر تھی۔ بڑے بڑے جسم والی مچھلیوں کے قصے سنا کر تھا وہ مچھلیاں مجھے نظر نہ آئیں تو معلم سے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ اس سمندر میں بڑی مچھلیاں کم نظر آتی ہیں، دریائے چین میں ساٹھ ساٹھ ستر ستر ہاتھ کی مچھلیاں ہوتی ہیں۔ ایک ساتھی نے جو ہماری کشتی میں تھا اور اس نے بہت سے سمندری سفر کئے تھے مجھ سے کہا کہ میں نے ہاتھی کے جسم کے برابر مچھلیاں اس سمندر میں دیکھی ہیں۔

سقوطرہ | ۱۰ رجب — دوشنبہ — جزیرہ سقوطرہ نمودار ہوا۔ سقوطرہ میں آبادی ہے، جب اہل کشتی کو پانی کی ضرورت لاحق ہوتی ہے وہاں جا کر آب شیریں لے لیتے ہیں۔

اور کبھی اہل تقوٰی بھی کشتی پر سوار ہو کر مہر کے قریب پانی لے کر آجاتے ہیں۔

۱۱ رجب کو جزیرہ ہائے شامی صبح کے وقت ظاہر ہوئے۔

۱۳ رجب کو دو بڑی پہاڑیاں ابوالجوزا نام کی نمایاں ہوئیں۔

ان ایام میں چند روز ہوا کم چلی اس لئے بیشتر اوقات کشتی کھڑی رہی لوگ اس حال کو دیکھ کر اور قلت آب کی وجہ سے بیتاب و مضطرب رہے۔ ایک روپے کے آٹھ آنچورے پانی خریدتے تھے۔ اس وقت فقیر کے دل میں گزرا کہ عتکر طعام کے لئے تو عید آئی ہے۔ عتکر آب کا حال خدا جانے کیا ہو گا۔

۱۴ رجب کو باد مراد چلی۔ ۱۵ کو ہوا پھر ساکن ہو گئی اور یک روزہ راہ پانچ

دن میں طے ہوئی۔ ۱۹ رجب کو سہ پہر کے وقت برابر جبل کاکی پہنچ کر توجہ عدن ہوئے۔ عدن، کاکی سے قریب ہے، لیکن سستی ہوا کی وجہ سے ٹھوڑی سی مسافت چار روز میں قطع ہوئی۔ (دبا آخر) ۲۳ رجب بروز شنبہ دوپہر کو کہ عدن نمودار ہوا۔

عدن بلاد میں مشہور شہر ہے اور سادات عیدروس کی اصل جگہ ہے اور ان کے قدیم

عدن [مشاریح کے مزارات ہیں]۔ بوقت شب تھا کی طرف توجہ ہوئے جو عدن سے ایک سو میں کوس ہے۔ چونکہ ہوا موافق تھی اس لئے ۴ ہر رجب کو دوپہر کے وقت باب المنذب پہنچے۔ یہ ایک پہاڑی ہے اندرون مندر۔ یہاں سے متجاہتیں کوس ہے۔ باب المنذب کے شمال میں تھوڑے فاصلے پر ایک پہاڑی سلسلہ ساحل میں سے متعلق ہے اس کو باب صغیر کہتے ہیں اور سمت جنوب میں دور تک ساحل صلب ہے اس کو باب کبیر کہتے ہیں۔ عوام دونوں کو باب سکندر کہتے ہیں حالانکہ یہ شہر غلط ہے باب سکندر نواحی روم میں ہے۔ چونکہ اس مقام میں پانی کی گہرائی کم ہے اور پانی کے نیچے پتھر ہیں جن سے کشتی کو مستقل خطرہ رہتا ہے اس لئے معلم اس جگہ سے گزرتے وقت بہت احتیاط ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور خیال رکھتے ہیں کہ مقررہ گزرگاہ سے کشتی دائیں بائیں کو تھوڑی سی منحرف نہ ہونے پائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ باب صغیر سے سلامتی

کے ساتھ گزر گئے اور شام کے وقت محاسبہ بارہ کوس کے فاصلے پر لنگر کیا۔ صبح کو روانہ ہو کر وقت شام بندرگاہِ محاسبہ پر کشتی نے لنگر کیا۔ محاسبہ جہہ چھ سو کوس ہے کل مسافت سورت سے جہہ تک ۱۰ ہزار چار سو کوس ہے۔

عجائب سفر سمندر میں سے ملاحوں کا حال بھی ہے کہ وہ اس طرح کا کام انجام ملاحوں کے کرتب دیتے ہیں کہ ایک نٹ بھی اس طرح انجام نہ دسکے۔ جس وقت بھی معلم کہتا ہے اگرچہ شب تاریک ہو، ریسوں کے ذریعے بالائے چوب کشتی۔ جس کا ارتفاع بہت ہے۔ چڑھ جاتے ہیں۔ وہ کبھی بادبان کھولتے ہیں کبھی ملے کرتے ہیں۔ اور بہت سے کام پھرتیوں سے اس طرح کرتے ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہر کام میں خصوصاً لنگر کے اٹھانے وقت اپنے محاورے اور لہجے میں کچھ الفاظ بولتے ہیں جو زیادہ تر عربی فقرے ہوتے ہیں۔ نعت و درد پر مشتمل۔ ہر چند وہ کلمات ان کی زبان پر تصحیف پا گئے ہیں اور ان میں سے اکثر نہیں ہو گئے ہیں، لیکن نعت سے تعلق ہوتے ہیں اور لہجہ ایسا ہوتا ہے کہ دل میں درد پیدا ہوتا ہے۔

بکری سف کے مصائب محنت و تعب اگرچہ سفر خشکی میں بھی کم نہیں ہے لیکن یہ سفر خشکی بار بار ہوتا ہے اس لئے اسکی مشقت برداشت ہو جاتی ہے۔

سفرِ دریا میں تنگی جا۔ جوع و عطش کی تکالیف اور خوں عرق یہ سب کچھ ہوتے ہیں۔ یہ چیزیں ناز و نعمت میں پے ہوئے لوگوں کو۔ جو کہ قوتِ شکیبانی نہیں رکھتے اور گھبراہٹ جن کی طبیعت پر غالب ہے۔ تنگدل کر دیتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ باتیں ہر بار اور ہر شخص پر گذریں۔ علاوہ ازیں ایک شخص ایسا ہے کہ اس پر جو کچھ گذرتا ہے اس کو مطابقی واقعہ بیان کر دیتا ہے دوسرا شخص مبالغے کے ساتھ اصل واقعہ پر اضافے کر کے بیان کرتا ہے۔ سب سے بڑی مشقت سفرِ بحری میں یہ ہے کہ کشتی کی روانی ہوا پر موقوف ہے اور ہوا پر سوائے خدا کے کسی کو اختیار نہیں ہے۔

تضا کشتی آنجا کہ خواہد برد و گرتا خدا جا مہ برتن درد

اس موقع پر آدمی کو اپنی عاجزی و بیچارگی اور قدرتِ قادرِ حقیقی جل جلالہ واضح

ہو جاتی ہے۔ اور یقین سے جان لیتا ہے کہ فاعل و موثر حقیقی بجز خدا کے نفع لے کے اور کوئی نہیں ہے اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں کسی جگہ تسخیر کشتی کا بندوں پر احسان بتایا ہے فرماتا ہے۔ رَبِّكُمُ الَّذِي يُزِيحُ لَكُمُ الْفُلُوكَ فِي الْبَحْرِ لِيَتَّعُوا مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا وَإِذَا امْسَكَ الْفُلُوكَ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا آيَاةَ (بنی اسرائیل)

مگر حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تصدیقاً زیارتِ حرمین شریفین جو مصیبت بھی ٹھہلی جائے گی، موجب اجر عظیم ہوگی۔ مولوی صاحب (مولانا خیر الدین سورتی) فرماتے تھے کہ ہر چند اس سفر میں مصیبت ہو لیکن اس مصرع کا مضمون اس راہ پر صادق ہے۔

ع۔ یک قدم بر نفس خود نہ یک قدم در کوئے دوست
حدیث شریف میں آیا ہے حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِدِ۔ (جنتِ خلدان طبیعت
امور اور شقیوں سے ڈھانپ دی گئی ہو)۔ فقیر کے نزدیک دو قسم کے آدمی لذتِ سفر حرمین پاتے
ہیں۔ بشرطیکہ جا ذیہ شوق نے سفر پر آمادہ کیا ہو۔

(۱) صاحب استطاعت جو کہ بقدر ضرورت سامان رکھتا ہو۔

(۲) فقیر صابر جو کہ ہر حال میں تقدیرِ ازل پر نظر رکھتا ہو، اور جب کھانے پینے کو نہ ہو
تو صبر اس کو اپنی جگہ پر قائم رکھے۔ اور جو شخص کہ ان دو حال سے معالی ہو
اور اس کو شخص گردشِ آب و دانہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا رہی ہو یا اسکی نیت
میں ریا و سمعہ (دکھاوے، سناوے) کا شائبہ ہو تو دیکھا گیا ہے کہ ایسے شخص سے سختی کی
ذبح سے گھبراہٹ اور پریشانی ظاہر ہو جاتی ہے اور ایک طاعت کا ارادہ اس کے لئے
بہت سی معاصی کا باعث بن جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ مما لا یرضاه۔

لے لے تھارا برد و دکا روہ ہے جو رواں کرتا ہے تھارے لئے کشتیوں کو تاکہ تم سمندر میں طلبِ معیشت کرو۔
اس کے فضل سے بیک وہ تم پر ہریان ہے اور جب تم کو سمندر میں سختی پہنچی ہے تو جن کو تم پہلے پکارتے تھے
سب گم ہو جانے میں۔ مگر خدا۔ یعنی ایسے وقت میں تم لو اسے خدا تمام سمورے باطل کو بھول جاتے ہو۔

الحمد لله والصلوة والسلام على محمد رسول الله
اس سفر میں اپنا حال | والدہ واصحابہ — یہ فقیر اس سفر میں انواع

نعمت واحسان حضرت باری سے مالا مال ہے۔ مجھے کچھ بھی مصیبت نہیں پہنچی۔
 تمام اوقات و احوال میں عافیت و رفاہیت کے ساتھ رہا اور راحت سے وقت گزارا
 مگر ایک دن جب کہ شتی سقوط ہ سے گزر رہی تھی تشنگی کی تکلیف محسوس ہوئی۔ نماز ظہر میں
 تھا کہ حلال امام المسلمین حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما جو کہ بلا میں ہوا تھا یاد آیا، فوراً
 میسر دل کو تسلی ہوئی اور پیاس سے تسکین پائی۔ پھر اس کیفیت نے کبھی عود نہیں کیا۔

تسلی ختم ہے جو مزاج یار میں آئے | جس وقت امتداد مدت کا اندیشہ اور خوف فوت
 ہو مجھ پر ہوش شوق کو تیز تر کرتا ہے تو سوائے
 تفویض و رضا کے کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ یہ شعر ہمارے کس قدر مناسب حال ہے۔

بوصلش تار سم صد بار از پا افگند شو تم
 کہ نو پر دازم و شاخے بلندے آشیاں دارم

ہم اس کے حکم پر رضی رہیں اسی میں ہماری راحت ہے۔ جو اس کی عادت ڈال
 لے گا اس کا دل راحت میں رہے گا اور جو شخص رضی برضا نہ ہوگا وہ ورود قضا سے
 رنجیدہ ہوگا۔

رباعی

اے درختم چو گان قضا، ہجو گو | چپ بخور و راست برویج گو
 ہانکس کہ ترا فگندہ اندر تگ و پو | اوداند و اوداند و اوداند و اوداند
 جذبہ رضا و تسلیم، طریقت میں اصل قوی ہے جس کسی کو یہ دولت عطا کر دیں جان لو کہ
 اے دو جہان کی راحت و خوشی عطا کر دی۔ جو اندوہ و غم جہاں میں کسی کو پہنچا ہو
 یعنی غم و اندوہ کی کیفیت طاری ہوتی ہے، سمجھو کہ رضا و تسلیم کے ہونے کی وجہ سے ہے۔

اس سفر کی اذیتوں میں سے ایک رفیق ناموافق بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ
رفیق ناموافق | ہاں شکر ہے کہ فقیر کو اس مسافت میں یاران و مصاحبان موافق کی

مصاحبت میسر ہوئی —

اصل بات یہ ہے کہ دنیاوی اسفار میں تو منافع دنیوی کے حصول کے لئے ایک دوسرے کی رعایت کرتے ہیں کسی کی زیادتی دیکھتے ہیں تو اس پر صبر کرتے ہیں لیکن اس سفر میں چونکہ یہ تو تعالیٰ (منافع دنیوی) نہیں ہوتیں اس لئے ساتھی کی ذرا سی تقصیر سے جو اس سے واقع ہو جائے بلکہ بغیر تقصیر ہی کے۔ کسی خارجی اذیت سے متاثر ہو کر شکایت سے آگے بڑھ کر قطع تعلق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نا اہل فاقی اور بد اخلاقی سے اپنی پناہ میں رکھے۔ کتب اخلاق میں لکھا ہے کہ حسن اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کے ساتھ بدی کرے تو اس کا نیکی سے بدلہ دے۔ اگر یہ نہیں کر سکتا تو تحمل و بردباری کو اپنا شعار بنائے کبھی ایسا نہ کرے کہ منہ در منہ ملامت کے لئے زبان کھولے یا پیٹھ پیچھے شکایت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَتِي جَمِيمٌ۔ ایک حکیم سے دریافت کیا گیا کہ کسی شخص کو کس طرح جانا جا سکتا ہے کہ وہ بد خلق ہے اس نے کہا کہ جب وہ ایسے شخص کی شکایت کرے جس نے اس کے ساتھ برائی کی ہو۔

سے زخوش معاملگی شمع دو دمانِ خودم رسد بغیر ز من سود و در زبانِ خودم
(حکیم)

کچھ لوگ کشتی سے اتر گئے | ایک سو سے زیادہ آدمی مخا و صدیرہ میں قلت آب سے
تنگ آ کر اتر گئے اور کم و بیش ایک سو آدمی مع کارکنان
کشتی باقی رہے۔

مخا | ۲۶ رجب کو بیروت زیارتِ مخا کے لئے گئے۔ اور دکانۃ المدینہ نامی رباط میں
اُترے۔ اس رباط کے بانی نے اس کے کرایے کو وقفِ مدینہ منورہ کر دیا ہے۔
مخا میں کے بندر گاہوں میں مشہور اور بڑا بندر گاہ ہے۔ یہ ایک مختصر شہر ہے، اسکی
عمار میں سہ منزلہ اور چار منزلہ ہیں۔ ایک حصار رکھتا ہے۔ یہاں کے مشہور مزارات یہ ہیں
(۱) مزار شیخ صندل، اندرون شہر (۲) مزار شیخ جوہر، بیرون شہر خلیستان میں

گمان دونوں بزرگوں کا کچھ حال نہ معلوم ہو سکا۔

یہاں کا بادشاہ حیدر حسنی ہے شرفائے مکہ کے بنی اعمام سے ہے۔ اس کو امام کہتے اور امیر المؤمنین کے ساتھ لقب کرتے ہیں۔ امام حال کے سکے میں یہ لفظ ہیں امیر المؤمنین المنصور باللہ۔
بادشاہ اور اکثر عوام در عیایاے مین، مذہب زیدیہ رکھتے ہیں اور اکثر سکنین امصار و نہ میں ہیں۔ بنا در شافعی ہیں اور مردم سندھ جو کہ اس ملک میں توطن اختیار کئے ہوئے ہیں حنفی ہیں اور امام مجد، شافعی ہے۔ بادشاہ اور تمام زیدی، شافعی اور حنفی اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ زیدیوں کے بعض مسائل مجملاً تو پہلے سے معلوم تھے۔ یہاں اتنا ٹھہرنا نہ ہوا کہ کسی عالم سے تفصیل معلوم کر لی جاتی۔

یہاں عوام تو عوام، خواص بھی عربیاں ہو کر غسل کرتے ہیں ذرا شرم نہیں کرتے۔

۲۷ رجب۔ کشتی میں واپس آئے۔ مخا سے جدہ تک دو سمندری راستے
مخا سے روانگی | یہ ایک بکر بکر یعنی وسط بکرین سے جو بہت گہرا ہے۔ اگر باد مراد چلے تو سات آٹھ دن میں منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور باد مخالف ہو تو کشتی اٹنے پاؤں واپس جاتی ہے۔ دوسرا راستہ بکر صغیر ہے۔ متصل ساحل مین، اس کا پانی اس قدر گہرا نہیں ہے، اس راستے میں زیر آب پتھر ہیں اور جہاز کو ان سے ہر وقت خطرہ ہے، اگر ہوا موافق ہو تو پندرہ سولہ دن میں جدہ پہنچتے ہیں۔ مگر کشتی کے رجوع کرنے کا خوف نہیں ہے۔ اس لئے کہ دن کو چلتے ہیں اور شام کو منازل معینہ میں کہ ان کو مر سکتے ہیں لنگر کر لیتے ہیں، اگر ہوا مخالف ہو تو ٹھہر جاتے ہیں اور اگر پانی کی ضرورت ہو تو ان قریوں سے جو کنارے پر ہیں پانی لے لیتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ساحل پر آ کر خشکی کے راستے چلیں، مگر اس میں مسافت اور رنج راہ بہت ہے۔ لہذا محض اوقات میں بکر صغیر میں سفر کرتے ہیں۔ اس راستے میں مصلحان ہندوستان جہاز نہیں چلا سکتے اس لئے کہ وہ سنگھائے زیر آب اور مواضع خطر سے واقف نہیں ہوتے، مخا سے یا حدیدہ سے معلوم بکر کو ہمراہ لیتے ہیں تاکہ وہ جدہ تک پہنچائے۔

۲۹ رجب، بروز جمعہ، بوقت شام۔ مخا سے لنگر اٹھایا گیا اور براہ بکر صغیر

روانہ ہوئے۔

جبلِ ذکر | جبلِ ذکر کے قریب بادِ مخالف اس طرح چلی کہ ایک قدم آگے بڑھنا بیشتر ہوا

اور مٹھا پانی اس حد تک کیا ہوا کہ رات دن میں ایک دو گھونٹ پراکتفا کی جاتی تھی۔ یہی حال غذا کی کمیابی کا تھا۔ بالآخر زندگی سے ناامیدی ظاہر ہوئی اور چہرہ مرگنہ ہوا اور بہت سوں نے بے صبری کی بنا پر آبِ شور پینا شروع کیا اور اذیت پھیلی۔ کہتے ہیں کہ اکثر بیشتر جبلِ ذکر کے قریب بادِ ناموافق کی وجہ سے کشتیوں کو ٹھہرنا ہی پڑتا ہے اور یہ حال موجبِ ذکر و دعا ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اس پہاڑ کا نام جبلِ ذکر پڑ گیا ہے۔ اس حال میں سب چھوٹوں بڑوں نے اللہ تعالیٰ سے التجائی اور جنابِ رحمۃ للعالمین کا توسل کیا۔ خدا خدا کر کے بادِ مراد چلی اور اس پہلکے سے نجات پائی جو چھوٹی کشتیِ حدیدہ گئی تھی وہ واپس آئی اور ساحل سے پانی لے آئے پیاسے سیراب ہو گئے۔

۲۱ شعبان — حدیدہ پہنچ گئے — حدیدہ مین کی بندرگاہوں
حدیدہ | میں سے ایک بندرگاہ ہے — الحمد للہ وحده والصلوة والسلام

علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ —

۲۳ شعبان کو یہاں سے روانہ ہوئے — اگرچہ موسمِ سفر سمندر ختم ہو گیا ہے، لیکن برساتِ نزدیک آگئے ہیں جو بہت مخالف ہے اور کشتی کی رفتار بھی سست ہے، لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ ہم کو حج بیتِ اکرام اور زیارتِ روضۃ خیر الامام صلی اللہ علیہ وسلم نصیب کرا کے ہم پر فضل فرمائے گا۔

۲۶ شعبان کو جس جگہ لنگر ہوا تھا ساحل پر ایک قریہ
ایک ساحلی قریہ | تھا فقیر دہاں گیا تھا وہاں چند گھرخس پوش دیکھے کہ ان کی دیواریں

لکڑی کی اور چھتیں پھونس کی تھیں — زراعت نہیں تھی بس چند درخت کھجور کے اور کچھ ایک قسم کے چیر کے درخت پائے گئے جن کے پتوں سے بوریے بن لیتے ہیں۔ ان لوگوں کی آمد دیگر ان لوگوں کی جو ساحلی قریوں میں رہتے ہیں، اکثر غذا پھلی ہے۔ اناج دوسری جگہ سے لاتے ہیں۔ ان لوگوں کا حبِ وطن ان مقامات پر سکونت کا سبب بنا ہوا ہے۔ ان قریوں میں عیسیٰ بن احمد ذیلیعی کا مزار ہے اس کی زیارت کی گئی۔ لوگوں نے ان کے بیت کے

مناقب بیان کئے۔

جمعہ ۸ شعبان — کامران پونچے۔ یہ ایک جزیرہ ہے اندرون سندھ۔
کامران ساحلِ مین سے تھوڑے فاصلے پر صدرِ مدینہ و لہجہ کے آدمی پر پہلے کامران بندر ^{مگاہ}
 تھا، اب ویران ہو گیا اور لہجہ بندر گاہ قرار پا گیا۔ یہاں ایک قلعہ ہے بہت مختصر اس میں
 حاکم لہجہ کا تھا نیندار رہتا ہے اور قلعہ سے بہت دور آبادی ہے۔ یہاں اب چند خس پوش
 مکانات رہ گئے ہیں۔ ایک بڑی مسجد بھی ہے جو انہدام کی طرف مائل ہے۔ آبادی سے
 باہر نخیل میں آبِ شیریں کے کنویں ہیں۔ اہل مراکب یہیں سے پانی لیتے ہیں تاکہ سفرِ مدینہ میں
 لوٹتے وقت تک کام آئے۔ اس جگہ نہ زراعت ہے، نہ مویشی، نہ گھاس۔ گذراؤقات
 کا ذریعہ میٹھے پانی کی اجرت ہے۔ جس کو نخیل سے لاکر جہازوں اور کشتیوں میں پہنچانے ہیں۔
 یہاں کے باشندے وقتِ ضرورت سوارِ کشتی ہو کر انارچ اور دیگر ضروریاتِ مین سے لاتے ہیں۔
 یہاں ایک تمک کا نام ہوتا ہے جس کو تلج کامرانی کہتے ہیں۔ اسکی کان، مقابل کامران ایک
 ساحل پر ہے۔ یہ تمک اہل کشتی کو انارچ کے تبادلے میں دیتے ہیں۔ صلح کے وقت بقصد
 غسل نیز پانی لینے اور کپڑے دھونے کے لئے اس سٹی میں جانا ہوا۔ ان لوگوں کی
 معیشت کا حال دیکھ کر دل میں دکھ پیدا ہوا، اور اللہ کا یہ احسان یاد آیا کہ اس نے ہمارے
 شہروں میں طرح طرح کی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ میں نے یہاں کے ایک باشندے
 سے کہا کہ تم اپنی زندگی کس طرح بسر کرتے ہو؟ تو اس نے عربی میں جواب دیا جس کا خلاصہ
 یہ ہے۔ کہ کیا یہ میٹھا پانی اور ٹھیلیاں اور کچھ کھجوریں اللہ کی طرف سے ہمارے لئے نعمت
 نہیں؟ — میرے دل میں یہ گزرا کہ دیکھو لطیف خیر و رزاقِ قدیر نے اس درمیانے شو
 میں اپنے بندوں کے لئے آبِ شیریں پیدا کر دیا تاکہ جہاز والے یہاں سے میٹھا پانی حاصل
 کریں، پھر ایک جماعت کو یہاں لاکر ٹھہرا دیا تاکہ وہ لوگ پانی لاکر اہل جہاز کو دیں۔
 اس تدبیر سے فریقین کی حاجت کو پورا کیا ہے۔ اس جزیرے کے قریب مردارِ مدینہ آباد
 ہوتا ہے لیکن مردارِ مدینہ زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ یوں بیان کرتے ہیں کہ گرمیوں کے
 چار مہینے موتی نکالنے کا زمانہ ہے۔

فقیر کو یہ جگہ (کامران) بہت پسند آئی۔ اس نے اپنے لئے جو کہ

۴۔ بس جاں بلب آمد کہ برو کس مگر لیت

کا مصداق ہو۔ اس سے بہتر گوشہ تنہائی نہ ہوگا۔ لیکن ہماری منزل مقصود تو آگے ہے۔

اس سمندر میں چھوٹے بڑے دیران جزیرے دائیں بائیں بہت سے نمودار
جزائر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ مخا سے جدہ تک تین سو سے کچھ ادا پر جزیرے ہیں۔

بعضے جزیرے پہلے نہیں تھے، چند سال سے ظاہر ہوئے ہیں۔ بعضے بڑے تھے اب چھوٹے ہو گئے

میں نے ایک دن معلم سے احوال جزائر کو دریافت کیا، اس نے کہا کہ جزیرے شمار سے باہر ہیں

مگر ہندو بحر عرب کے دو بڑے جزیروں کا ذکر کرنے کے بعد اس نے جزائر جہادہ کا ذکر بھی کیا

جزائر جہادہ کے باشندے سب شامی الملک سلمان ہیں، وہ حجاج کی بہت تعظیم کرتے ہیں

ان جزائر میں چند مستقل حاکم حکومت کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ سب دیندار اور شجاعت

میں بے مثل ہیں، چار پانچ جاوی جو بقصد بیچ آئے ہیں، اس کشتی میں بھی سوار ہیں۔

ان کی زبان بالکل سمجھ میں نہیں آتی، البتہ ان کے ایک آدمی سے کہ وہ کچھ عربی زبان

سے واقف ہے اس ملک جہادہ کے کچھ حالات معلوم ہوئے۔

شاہ احمد اللہ جو کہ مخدوم زادگان امینی سے ہیں، انہوں نے شروع میں عزت جاہ

کے ساتھ صنلع لکھنؤ، مراد آباد اور دکن میں اوقات بسر کئے، تیس سال سے زائد ہو گئے کہ

انہوں نے بہت کچھ سیاحتی (جزائر وغیرہ کی) کی ہے، چند سال سے وہ آئندہ آباد، گجرات

اور دکن میں رہتے ہیں اور بہت سے اوصاف حمیدہ اور اخلاق عالیہ سے متصف ہیں،

اس سال مکہ معظمہ آئے تھے وہاں ان کو محمد سے کچھلے تقارن کی بنا پر موافقت حاصل ہوئی

انہوں نے بھی جزیروں کے عجائب و غرائب مجھے سنائے۔

فَسبحان الذی من آیاتہ خلق السموات والارض و اختلاف

السنکم و الوانکم ان فی ذلک لآیات للعالمین

عبدالرحمن فرایسی ہماری کشتی کے ایک معلم عبدالرحمن فرایسی ہیں وہ اپنے علم میں

جہالت کاملہ رکھتے ہیں۔ چند سال ہوئے کہ مسلمان ہو گئے ہیں

میں نے ایک دن اُن سے ملک فرنگ کے حالات دریافت کئے انہوں نے وہاں کے بہت سے
عجائب و غرائب نقل کئے۔ اور کہا کہ اب سے قریب چالیس سال کے گزرے کہ فرانس
کے رئیسوں میں سے ایک شخص کو تمام دنیا کے سمندروں کے سیر کی ہوس دامنگیر ہوئی۔ چنانچہ
وہ جہاز پر سوار ہو کر ملک فرانس سے روانہ ہوا اور انگلستان، پرتگال، استنبول، مغرب،
ہندویش، دکن و بنگالہ کے بندر گاہوں سے گزرتا ہوا اسپین میں جا پہنچا اور وہاں سے
بسمت شمال روانہ ہوا، اور اس جگہ تک پہنچا جہاں چار پانچ ماہ آفتاب نظر نہیں آتا۔
رفتہ رفتہ سات سال کی مدت میں تمام بنا درُج مسکوں کی سیر کر کے اپنے ملک کو واپس آیا،
اور اُس کے بعد تمام احوال سفر خصوصیات ہر بندر گاہ اور راہ ہر جانب کو ایک کتاب میں جمع کیا
پھر چین اور آرام سے گھر بیٹھا، اب وہ کتاب جہاز رانوں کا دستور العمل ہے۔

۱۲ رمضان۔ کامران سے روانہ ہوئے۔ قحط کے وقت بندر گاہ لیمپ پورنگر
بندر گاہ لیمپ

ہوا، یہاں معلم وغیرہ ارباب کار کو موسم سفر کا افتتاح دیکھ کر کشتی کے جدے
بک پہنچنے سے ناامیدی ہو گئی اور سب کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ مالک کشتی کا ارادہ ہوا
کہ اموال کو فروخت کر کے کشتی کو سورت واپس بھیجیں اور پھر کشتی لیمپ میں سوار ہوں چنانچہ اس
قصد سے شہر کو گئے بھی مگر چونکہ تدبیر تقدیر سے مطابق نہ تھی، بیچ اموال، موافق مطلوب ہوئی
ناچار واپس آکر متوکلاً علی اللہ ہر رمضان کو اسی کشتی میں روانہ ہوئے۔

۱۳ رمضان۔ مقابل بندر گاہ جاذاں پہنچے، اس جگہ تک حدبہ زمین میں تھی۔
یہاں زیادہ تر حکومت شریف ملکہ ہے۔ تندی بادی مخالف کی وجہ سے بحرانی تمام تھوڑا سا
فاصلے ہو جاتا ہے اور سوانے مرسا کے جو مواضع معینہ ہیں کسی جگہ اس راستے میں لنگر نہیں
کرتے ہیں اس لئے کہ تندی بادی سے اور زور امواج سے اگر رس لنگر ٹوٹ جائے تو ہوا
بے اختیار جس قدر چاہے گی واپس بچائے گی۔ مرسا میں موج بہت ہوتی ہے۔
مرکب کو صدمہ نہیں پہنچتا ہے۔

۱۴ رمضان کو بسبب تیزی ہوا و تہت تلام امواج کشتی عجیب حرکت داند نظر اب
میں رہی۔ موجیں کثرت سے درون کشتی آتی تھیں۔ بہت سے آدمیوں کے حواس میں اختلال آ گیا

اور جس دن سوار ہوئے تھے اُس دن کی طرح سرگھومنے لگے اور متلی ملاحق ہوئی۔ ۱۳ کو اُس
 مرتبہ میں جو کہ جزیرہ کُتشل کے کنارے ہے لنگر ہوا۔ دن کے آخری حصہ میں چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر
 اس جزیرے میں پہنچے، یہ ایک پہاڑ ہے اس کا دور کتر ہے اور ارتفاع زیادہ ہے۔ دامن کوہ
 کے ایک طرف ایک قطعہ زمین ہے ہموار اور رنگریزے ہیں۔ اس جگہ ایسے درخت تھے جن کے
 پتے چھاؤ کے مشابہ تھے۔ یہاں عجیب عجیب رنگوں کے پتھر اور گھونگے دیکھے گئے۔ اس سرزمین
 میں مقابر بھی بہت نظر آئے۔ شام تک یہاں توقف کیا۔ بعد اظہار کشتی میں آئے۔

۱۴ رمضان کو لنگر اٹھایا مخالف ہوا اتنی تیز چلی کہ ایک قدم آگے بڑھنا ممکن نہ رہتا، بلکہ
 کتشل تک پہنچنا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ناچار مراجعت کی اور اُس مرتبہ میں کہ جہاں ۱۲ کو
 تھے پہنچے۔ دور در کی رفتار ضائع ہو گئی۔ ۱۵ رمضان کو مقام ہما۔ ۱۶ کو پھر کتشل
 پہنچے۔ جاذان سے بندرگاہ کنفدا ۹۶ کوس ہے، سات دن ہو گئے ہنوز اس مسافت کا
 نصف حصہ بھی قطع نہیں ہوا۔ اب خیال ہے کہ جب کنفدا پہنچیں تو اس کشتی سے اتر جائیں
 اور وہاں سے چھوٹی کشتیوں میں سوار ہو کر براہ سمندر جہدہ جائیں۔ جہدہ کنفدا سے ایک سو اسی
 کوس ہے اور ہوا موافق ہونے کی صورت میں چار دن کا راستہ ہے ورنہ براہ خشکی کنفدا سے
 مکہ معظمہ تک نو دن کا راستہ ہے۔ روانہ ہوں گے۔ لیکن بظاہر براہ خشکی سے جانا مشکل ہے
 اور اگر چاہے تو ہر شکل آسان ہے۔

خلافتِ شرعِ رسم | تمام ملکِ بین و حجاز میں، امرِ خلافتِ شریعہ رائج ہو گیا ہے کہ بچوں کی
 ختنہ بعد بلوغ کرتے ہیں اور ختنہ میں کھال زیادہ کھینچتے ہیں۔ میں نے
 عبداللہ نامی شتربان سے کہ اسکے اونٹ کو کنفدا سے کرایے پر لیا تھا اس بات کو دریافت
 کیا اُس نے تصدیق کی۔ میں نے کہا اس امر غیر مشروع کے تم عادی کیسے ہو گئے؟ اس نے کہا
 کہ اگرچہ غیر مشروع ہے اور مخالف سنت ہے، لیکن ہمارے ملک میں یہ رسم شائع
 ہو گئی ہے۔

کنفدا ۲۸ رمضان کو۔ کنفدا کے کنارے پہنچے یہ ایک بندرگاہ ہے، توابع جدہ سے۔
 کنفدا اسکی آبادی ساحل پر ہے، گھر اور بازار سب خش پوش ہیں اور بجز ایک دو مسجدوں
 کے دیوارِ خشت و سنگ کہیں دیکھنے کو بھی نہیں۔ یہاں گھر عسبر کے طریقے پر بنکلف بنے
 ہوئے ہیں، صحن کے پرے کی دیوار لکڑی کی ہے یا بوریے کی۔ تمام سرزمین میں درخت
 سایہ دار یا گھاس کا نشان تک نہیں۔ آبِ شیریں چند کوس سے یہاں لاتے ہیں۔ مقابل
 آبادی اندرونِ بحندر ایک جزیرہ ہے مختصر اس میں ایک قلعہ ہے جس میں ایک برج اور
 چند گھر ہیں۔ امیران شریف مکہ کا قیدخانہ یہیں ہے۔ جدہ میں اور دیگر بندرگاہوں
 میں نائب شریف مکہ کو وزیر اور دولہ کہتے ہیں۔ مکہ معظمہ یہاں سے براہِ خشکی فودن کا راستہ
 ہے چونکہ سورت کی کشتیوں کی واپسی کا موسم قریب پہنچ گیا ہے اور بادِ شمالِ شرت سے
 چل رہی ہے اس لئے کشتی کا جدے جانا موقوف ہو گیا اور صاحب کشتی اور دیگر حضرات
 کنفدا میں اتر گئے۔

بروزِ دوشنبہ۔ سلخ رمضان کو۔ فقیر بھی ایک سو دس دن سوار رہنے کے بعد
 کشتی سے اتر آیا اور کرایے کے مکان میں رہنے لگا۔

۲۹ شنبہ کلم شوال بروز عید۔ مبارک نام وزیر کنفدا نماز عید کے لئے
 نماز عید الفطر جنگل کو گیا۔ ہم بھی اپنی جماعت کے ساتھ حاضر جماعت ہوئے۔
 میں چاہتا تھا کہ خطبہ آسانی سے سننے کے لئے خطیب کے پاس بیٹھا بیٹھ رہتا ہوں۔ اتفاقاً
 وزیر نے مجھے بہت دور دھوپ میں بیٹھا دیکھ کر نزدیک بلا لیا اور سایے کے نیچے اپنی برابر جگہ
 دی۔ قاضی نے امامت کی اور موافق مذہب شافعی دونوں رکعتوں میں قبل قرأت
 سات سات تکبیریں کہیں۔ بعد نماز، پسر قاضی نے خطبہ پڑھا بغایت فصیح تھا اور طویل
 بقدریکہ جزو کے تھا اس خطبے کے مضمون نے دل پر بہت اثر کیا۔ بعد فراغت نماز دیکھا
 گیا کہ رسم معانقہ نہیں ہے بلکہ فقط ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوتا ہے یعنی آگے اور پیچھے
 کو بوسہ دیا۔

۳۰ شوال۔ بروز شنبہ۔ شتران کرایہ پر سوار ہو کر بوقت شام کنفدا سے روانہ ہوئے

اس تک میں یہ عادت ہے کہ دن کے آخری حصے میں سوار ہو کر تمام رات سفر کرتے ہیں، اور پش از صبح یا بعد طلوع شمس ایسی منزلوں میں جہاں پانی ہوتا ہے اترتے ہیں۔ دن میں رات نہ چلنا دشوار ہے اس لئے کہ بادِ سموم سے ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

یہاں دیکھا گیا ہے کہ اونٹ خود چلتا ہے اسکی وہاں پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر پیادوں میں سے کوئی اونٹ کے آگے آگے چلتا ہے تو شتربان اس کو منع کرتا ہے کہ آگے نہ چل اونٹ راستہ بھول جائے گا۔ جب منزل آئی اگلا اونٹ بیٹھ گیا اور دوسرا اونٹ بھی اس کے بعد بیٹھ گئے۔

صلح پنجشنبہ، ارشواں — مرزا ابراہیم میں — کہ ایک قریہ ہے ساحل بحر پر۔ اترنے کا اتفاق ہوا — ۱۲ سوال — سعیدیہ میں اترے — یہاں پہاڑ کے نیچے ایک بڑا کنواں ہے۔ اس کا پانی اتنا میٹھا ہے کہ ملکین میں داخل ہونے کے دن سے اب تک ایسا پانی نہیں چکھا تھا۔

پہاڑ کے اوپر ایک قبر ہے۔ اور ایک قبے کے اندر ایک قبر ہے اور اسکے سر پرانے پتھر کا کتبہ ہے۔ اسکے حروف فرسودہ ہونے کی وجہ سے اور تاریکی کے باعث پڑھے نہ جاسکے، اس قبر کو حضرت حلیمہ سعیدیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ گمان رکھتے ہیں کہ منازل بنی سعد (قوم سعیدیہ) ہیں۔ اس سرزمین میں آبادی کا نام و نشان نہیں جو کہ معظمہ پہنچ کر علمائے عصر سے میں نے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ سعیدیہ اس موضع کا علم ہے۔ بنی سعد کی طرف نسبت نہیں ہے۔ بنی سعد (قوم حلیمہ) کے منازل ہوازن متصل حنین میں درمیان طائف و مکہ تھے اور حلیمہ سعیدیہ کی قبر، مدینہ منورہ میں جنت البقیع کے اندر ہے۔ اسی سعیدیہ میں یلیم واقع ہے جو کہ اہل بین کامیقات ہے یہ ایک پہاڑ ہے۔ اسی یلیم کے محاذ میں ہندوستان سے جتدہ جانے والے کشتی سوار بھی احرام باندھتے ہیں۔ دن کے آخری حصے میں آئی جگہ سے احرام باندھا گیا۔

یہاں سے مکہ کے راستے میں مسجد شہیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہے مسجد شہیدنا علی اسکے پاس ایک کنواں ہے۔ بنی احرام باندھنے کے فقیر پازہ پاس

سجد میں آیا اور دو گانہ ادا کیا۔ بدویوں سے اس سجد کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ سیدنا علیؑ کی مسجد ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ بتایا۔ لیکن فقیر کے دل میں یہ بات آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ تشریف لائے، اس وقت حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قصد حج کی خبر سن کر جہی ساتھ لے کر مین سے آئے اور مکہ میں آنحضرت سے آکر مل گئے چونکہ انہوں نے بلیم سے احرام باندھا ہوگا اس لئے بقصد تبرک بعد کو اس جگہ سجد بنا دی ہے جب یہ بات مفتی عبدالکاسم کہی تو انہوں نے میری تائید کی۔

سعدیہ سے دو دن میں بوقت چاشت بروز دو شنبہ ۱۴ شوال کو مکہ معظمہ پہنچا۔ جمال کعبہ حاضری ہوئی، چونکہ چار کوس سے زیادہ پیادہ پا اور سرد پابرہنہ چلا تھا اور آفتاب بہت گرم تھا، سنگریزے اور ریگ راہ چل رہے تھے اس لئے بہت شفقت برداشت کی۔ لیکن دیدار جمال کعبہ سے تمام عمر کی کلفتوں کا ازالہ ہو گیا۔

جمال کعبہ مگر عذیر بہرواں خواجہ کہ جان زندہ دلائل سوخت دریا بائیں نماز ظہر حرم میں ادا کی۔ بعد طواف سعی و صلت، احرام سے نکل آیا۔

اس مورہ سعود میں آنے کے وقت مشتاقان جمال مصطفویؐ کو مواضع اقامت نہ ہونے کے شاہدے سے اور آنحضرت کے اس مقام پر رونق افروز ہونے کے تصور سے دل میں وہ نور اور باطن میں وہ سرور پیدا ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

تو بھر رہے کہ رفتی بہم زرخود آغیا باسید آنکہ روزے قدر نہ نہادہ باشی طالب صداق پر کہ جس کی چشم بصیرت، کحل ہدایت سے سرگلیں ہو اور اس کا ویرہ باطن نور عنایت سے منور ہو۔۔۔ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تمام حرمین اور اس کے لواحق کے پہاڑوں، جنگلوں، وادیوں اور مکالوں میں جو کہ منظور نظر سعادت اثر ہے ہیں اور ناظر جمال بہجت مآں ہوئے ہیں۔ کس قدر نورانیت و درہایت جمال محمدیؐ کے اثر سے نمایاں ہے۔

بہر میں کہ نسیہ زلف آوردہ دست ہنوز اندم آں بوئے عشق موی آید

خدا کا شکر ہے کہ پیچھا دنازیں مسجد محرام میں ادا کی جا رہی ہیں۔

میدوں سے اہل مکہ کی قرار داد یہ ہے کہ نماز فجر، اول شامی
 مسجد اکرام میں مذاہب رابعہ
 امام ٹھکانے اور بعد سلام شامی، مالکی اقامت کے اور
 بعد مالکی کے صنبلی اور بعد صنبلی حنفی۔ ظہر، عصر اور

عشاء میں مالکی ابتدا کرتا ہے اسکے بعد شامی اسکے بعد حنفی۔ اور مغرب میں حنفی ابتدا کرتا
 ہے اسکے بعد شامی پڑھتا ہے۔ مالکی کی مغرب اور صنبلی کی علاوہ فجر کے باقی چار نمازیں
 دوسروں کے تابع ہیں۔ ان دونوں میں ان کی جماعت جدا نہیں ہوتی ہے۔ ان تمام نمازوں
 میں ایک کا سلام اور دوسرے کی اقامت متصل ہوتی ہے مگر فجر میں کہ حنفی بعد سلام صنبلی، ہفتار
 تک تاخیر کرتا ہے اور باقی نمازیں حنفی، اوائل اوقات میں پڑھتا ہے۔ اور اکثر مصلی اس
 بات کے مقتد نہیں ہیں کہ اپنے ہم مذہب امام ہی کی اقتداء میں نماز ادا کریں۔ جو جماعت
 بھی پہلے ہوتی ہے اسکے ساتھ پڑھتے ہیں، لیکن بعض متعصب اپنے امام کے منتظر ٹھہرتے ہیں
 اس بارے میں علماء کا بھی اختلاف ہے اور مخالف مذہب، امام کی اقتداء میں جواز و عدم جواز
 کے اندر بہت سے رسالے تحریر کئے گئے ہیں، فقیر نے ان رسائل کا مطالعہ کیا ہے۔ خلاصہ ان
 رسالوں کا یہ ہے کہ صدر اول میں صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانے میں اور ان کے
 بعد بھی حرمین میں اور دیگر بلاد میں تعدد جماعات نہ تھا اور تمام مسلمان ایک امام کی اقتداء کرتے تھے
 جس مسلک کا بھی وہ ہوتا۔ اور اب تک نماز جمعہ اس مدعا پر شاہد عدل باقی رہ گئی ہے۔
 یہ تعدد جماعات، تقریر مصلی جات اور اپنے ہم مسلک کے اقتداء کی قید ایک بدعت ہے جو
 صدر اول کے بعد متعصبان مذاہب نے اختراع کی ہے۔ طرفین کے محققین کا مختار مسلک یہ ہے
 کہ مخالف مذہب کے پیچھے بھی اقتداء جائز ہے۔ محققین نے کہا ہے کہ امام مخالف مذہب ہو کر
 جماعات موضع خلاف کرتا ہے تو اسکی اقتداء بلا کراہت صحیح ہے اور اگر وہ حایت نہیں کرتا
 اور مقتدی جانتا ہے کہ اس نماز میں امام نے میرے مذہب کے خلاف، ارتکاب کیا ہے تو بعضوں
 نے اسی صورت میں بھی اقتداء کو جائز رکھا ہے اور بعضے اس صورت میں عدم جواز اقتداء
 کے قائل ہوئے ہیں۔ فقیر نے بعض ائمہ مکہ سے سنا کہ حرمین میں ائمہ چار مذاہب، باب ہائے

میں تمام مذاہب کی رعایت کرتے ہیں اور اس امر میں تساہل نہیں کرتے وہ سلطان کی طرف سے بتا کید اس عادت پر امور ہیں اور اس بارے میں چلنے لگے کہ دیوان سلطان کے سپرد کئے ہیں تاکہ بالاتفاق سب کی نمازیں مبارک شہادت سے خالی ہوں۔ اس زمانے میں علماء وقت کی عادت یہ ہے کہ جو جامعہ بھی حاضر ہو اسکے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں مفتی عبدالملک حنفی سے۔ جو کہ اکابر علماء عصر میں سے ہیں۔ میں نے یہ سلسلہ دریافت کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم ہر جماعت کے ساتھ جس کو پہلے پالیتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ پانچوں وقت کی جماعت میں زیادہ کثرت جماعت حنفی میں ہوتی ہے خصوصاً مغرب میں کہ گرواگر بیت اللہ صنفوت متعددہ کھڑی ہوتی ہیں۔ جماعت شافعیہ میں بھی کثرت ہوتی ہے لیکن حنفیہ کے برابر نہیں۔ اور جماعت مالکی میں بھی بسبب اسکے کہ تین نمازوں میں وہ ابتدا کرتے ہیں خصوصاً نماز عشاء میں۔ ہجوم ہوتا ہے۔ مصلائے حنبلی پر فقط نماز فجر ہوتی ہے اس میں دیکھا جاتا ہے کہ کم و بیش میں آدمی ہوتے ہوں گے۔

مسجد الحرام میں یہ ہجوم مردم جماعت کی نمازوں میں خصوصاً ایام حج میں؛ مخصوص جمعہ اور مغرب میں۔ جو ہوتا ہے معمورہ عالم میں کسی جگہ نہ ہوتا ہوگا۔ بارہا ایسا ہوا کہ جب نظر کثرت مردم پر اور اس بات پر ہوئی کہ ان میں سے ہر ایک کی توجہ، بیت اللہ کی جانب ہے اور یقین سے جانا کہ اس مجمع عظیم میں چند اشخاص ضرور، خواص بندگان خدا میں سے ہوں گے تو اس جماعت کثیر کو وسیلہ بنایا اور درگاہ حق سے خیر دارین چاہی۔

عالم تصور ایک رات طواف میں تھا اور ہجوم بہت تھا، میں نے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کیا کہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام، طواف فرما رہے ہیں اور جماعت صحابہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کر رہی ہے اور میں آنحضرت کے طفیل میں اس مجمع کے اندر حاضر ہوں۔ ایک روز پیش دروازہ بیت اللہ کھڑا ہوا دعا کر رہا تھا کہ قصہ روز فتح مکہ اپنے دل میں یاد کیا اور تصور کیا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ بیت اللہ پر کھڑے ہیں، اور صحابہ کرام سب مرتبہ و مقام، حاضر خدمت اقدس ہیں اس وقت کفار قریش ترساں و ہراساں حاضر ہوئے ہیں۔ آنحضرت نے ان کو معاف فرمادیا، یہی اس کیفیت کے پیدا ہونے پر میں نے توسل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حق جل مجدہ کی

جناب میں اپنے لئے اور اپنے جمیع اقارب و احباب کی مغفرت اور قضاء و حوائج دارین کے لئے
دعا کی۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس دعا کو قبول فرمائے گا۔

۵۔ دوستانِ راجب کئی محسروم تو کہ با دشمنان نظر داری
بشیر اوقات، فقیر باب کعبہ پر کھڑا ہوتا تھا اور سر آستانے پر
دروازہ بیت اللہ پر رکھ کر یہ شعر پڑھتا تھا۔

۵۔ جز آستان تو ام درجہاں پنا ہے نیت
سہر مرا بجز این در حوالہ گاہے نیت
اور کبھی کبھی اثنائے طواف میں اور دروازہ بیت اللہ کے سامنے اور ملتزم کے قریب
نظامی علیہ الرحمۃ کے ان اشعار سے لذت حاصل ہوتی تھی:-

اے عقل مرا کفایت از تو جستن زمن و عنایت از تو
من بیدل در راہ بیم ناک است چو راہ نہا توئی چه باک است
ایک ذرہ ز کیمیاے اخلاص گر برس من نہی شوم خاص
از خوان تو با نعیم تر چیت و ز حضرت تو کو کرم ترکیت؟

یارب دل پاک، جان آگاہم وہ آہ شب و گریہ سحر گاہم وہ
از یاد خود اول ز خودم بخود کن دانگہ بخود ز خودم بخود راہم وہ
پنچشنبہ — ۱۵ ذی قعدہ کو عام داخلی بیت اللہ ہوئی یہ ضعیف بھی
داعی بیت اللہ اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوا اور اندرون بیت اللہ اپنے لئے

اور اپنے تمام اقارب و احباب، احیاء و اموات کے لئے حضرت و اہل العلیات سے
مغفرت و رحمت اور خیر دارین کا سوال کیا۔ قاضی الحاجات سے امید قبولیت ہے۔
ایسے ہی تمام اماکن شریفہ، مواقع رفیعہ اور اوقات مرحوۃ الاجابۃ و وہ اوقات

۱۵۔ یعنی تانیہ۔

جن میں قبولیت کی خاص امید ہو) میں دعا کے اندر میں نے نخل نہیں کیا تمام عزیزوں، دوستوں اور ذوی الحقوق کے لئے نام بہ نام تفصیلاً اور بغیر نام کے مجلہ دعا کی۔ واللہ العزیز۔
 تمام سال میں آٹھ بار بیت اللہ کے اندر مردوں کی عام داخلی ہوتی ہے۔ (۱) روز عاشورا
 (۲) ۱۲ ربیع الاول۔ (۳) و (۴) دو بار رجب میں۔ (۵) ۱۵ شعبان (۶) و (۷) اول و آخر
 جمعہ رمضان۔ (۸) ۱۵ ارذی قعدہ۔ ان ایام کے دو سکر دن عورتوں کی داخلی
 ہوتی ہے۔

خواب میں دیدار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم | اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے جن کا
 شکر آما بنعمۃ ربک فحدث

کی رو سے لازم ہے یہ انعام خاص بھی ہے کہ۔۔۔ ایک شبہ کو بتاریخ ۲۳ شوال۔ حرم میں نماز
 صبح کے اور مقام ابراہیم میں تلاوت قرآن کے بعد زمزم کی طرن گیا اور سقے کو راضی کر کے
 کنوئیں کے اوپر آیا اور پانی پر نظر ڈالی کہ اس کو بھی عبادت شمار کیا گیا ہے۔ اور ٹول اپنے
 ہاتھ سے نکالا اور بوجہ حدیث خوب چھک کر زمزم پیا اور اپنی منزل پر آیا، قیلو کہ کیا۔
 خواب میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک راتہ پر چل رہے ہیں اور میں
 پیچھے پیچھے چل رہا ہوں اور قصد کر رہا ہوں کہ نشان قدم مبارک پر چلوں اسی اثنا میں آنحضرت
 نے چلنے میں جلدی کی اور درون پردہ تشریف لے آئے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو قسم دی کہ توقف فرمائیے اور میری آرزو کو پورا کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اندر طلب فرمایا، حاضر ہوا اور التماس کیا کہ میری آرزو یہ ہے کہ کف پائے مبارک
 کو بوسہ دوں۔ بمقتضائے کرم پائے مبارک کو دراز فرمایا، میں نے کف پا کو بوسہ دیا
 اور دونوں آنکھوں سے اس کو ملا۔ اسکے بعد جو عنایات فرمائیں اتھرا اپنے کو ان عنایات
 کے لائق نہیں سمجھتا تھا اور ان عنایات کا اظہار بھی مصلحت وقت نہیں۔

۴۔ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

اسی طرح کی خواب ۱۰ رجب کو۔ جبکہ جہاز سقوطرہ کے قریب تھا۔ دیکھی تھی لیکن وہ محلہ
 تھی اور یہ مفصل۔ اور ایک بار راہ کو ہستان میں یہ سعادت حاصل ہوئی تھی اور

دریہ منورہ پہنچنے کے بعد شب چہارم دوم ربیع الثانی کو بھی یہ سعادت میسر ہوئی اس میں بھی عجیب شان اور عجیب کیفیت تھی۔

منابر عرفات اور مزدلفے میں حاضری
ہر ذی الحجہ کو زمرم شریف پر غسل کر کے ذیو میر آب بکرت
احرام باندھا۔ ہر ذی الحجہ کی شب میں سعی صفا و مردہ
سے فراغت حاصل ہوئی۔ یوم الترویہ (ہر ذی الحجہ)

میں جمعہ کے دن ناز جمعہ مسجد الحرام میں پڑھ کر نما کو روانگی ہوئی۔ بوقت عصر بتا میں پہنچتا ہوا تھوڑے سے حاجیوں کے علاوہ تمام حاج ای روز عرفات کو روانہ ہو جاتے ہیں اور بت کی شب کو ہی جو کہ سنت ہو ترک کر دیتے ہیں۔ احقر نے بنا میں مسجد خیف کے انوارات کو اسی صبح کو عرفات روانہ ہوا اور بعد اٹنے پھر وہ عصر جمعہ (در مسجد ہادیم) متوجہ حبل رحمت ہوا اور ایک چوتھے پر متصل پہنچا

ایک وقت کیا اس وقت عجیب حال مشاہدے میں آیا کہ ہم غفیر، صغیر و کبیر، غنی و فقیر کا جن کا شمار کوئے غنیم و خیر کوئی نہیں جانتا۔ اس موقف میں حاضر اور دست بہ طاعت آئیں مگر یہ وزاری میں اور دل بیقراری میں تھے۔ وہ عرصہ قیامت کا ایک نونہ تھا اور عرفات سے مسجد الحرام کو لوٹنا اہل قیامت کا مشرے جنت دار السلام میں لوٹنے کے مشابہ تھا۔ بعد غروب شمس عرفات سے روانہ ہو کر مزدلفہ میں رہا مغرب کو رخ رکے ساتھ ملا کر پڑھا اور یوم النحر کی چاشت میں بنا پہنچا۔ بعد رومی دوزخ و حلق۔

برائے طواف زیارت، حرم شریف آیا۔ بعد از طواف، داخلی خاص سے بھی مشرف ہوا۔ اس دن شبی، صاحب المفتاح دروازہ کعبہ کھولتے ہیں۔ بعض لوگوں سے حق المفتاح لیتے ہیں اور ان کو اندرون بیت اللہ پہنچاتے ہیں۔ فقیر، ظہر و عصر مسجد الحرام میں پڑھ کر بنا رہا گیا اور روز نذر ۱۳ ذی الحجہ کو بعد رومی چار، بنا سے روانہ ہوا اور مصعب میں اس جگہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی نماز عصر پڑھی۔ مصعب میں اب ایک مسجد ہے اور منجی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محل نزول تھا، وہاں ایک علامت بنا دی ہے اس جگہ نزول و توقف سنت ہے۔ نماز شام مسجد الحرام میں آکر پڑھی اور دو صبح آدمیوں سے بی نیابت والدین حج کیا،

اور خود بھی از طرف والدین اور بعض دیگر ذوی الحقوق کی طرف سے طواف ہائے مکہ اور
عمیرے۔

یہ نہر — ذبیحہ زوجہ ہارون رشید خلیفہ عباسی نے بنوائی ہے اس نہر کا
نہر ذبیحہ پڑا فیض ہے (جس کی تفصیل بھی درج کی ہے) — صاحب تاریخ مکہ
نے لکھا ہے کہ اس خیر جاری پر ذبیحہ نے سترہ لاکھ اشرفیاں خرچ کیں اور جب کارندوں
نے اس کام کی فراغت کے بعد نہر کا حساب، بغداد میں پیش کیا ذبیحہ اس وقت دجلہ کے
کنارے بیٹھی تھیں حساب کے دفتر کو دریا میں یہ کہہ کر ڈال دیا۔ ترکنا الحساب لیوم الحساب —
ہم نے حساب لیوم الحساب کی خاطر چھوڑا — یہ بھی کہا کہ جس شخص کے پاس ہمارا کچھ رہ گیا
ہو ہم نے اس کو معاف کیا اور جس کسی کا حق ہمارے اوپر باقی رہا ہو وہ آئے اور لے جائے
یہ کہا اور سب کو خلعت و انعام دیا — اور یہ خیر جاری اپنے بعد یادگاری چھوڑی۔

جو کچھ سلاطین و ملوک زمانہ ماضی نے — خیرات و
صدقات، تعین و ظائف و اوقات اور بنائے

سلاطین اسلام اور حرمین شریفین
ساریں و مساجد نیز خانقاہات و رباطات کا انتظام حرمین شریفین میں کیا ہے —
کتاب تاریخ کے مطالعہ کے بعد اس انتظام سے واقف ہو کر عقل دنگ رہ جاتی ہے، تمام
ممالک مصر بعض توابع شام کے ساتھ بادشاہ روم کی طرف سے حرمین شریفین پر وقت ہے۔
اگرچہ وہاں کے حاکم ادائے مال واجب میں کوتاہی کرتے ہیں تاہم جو کچھ اب بھی پہنچتا ہو
اور خدام دائمہ، موزنین و مدرسین اور قضاة و مفتین اور دیگر ساکنین حرم پر اور فرشتے
قنادیل میں صرف ہوتا ہے وہ ایک بڑی رقم ہے۔ مکہ منظرہ میں ۸۵۰۰۰ حنفی اماموں،
۵۰۰۰ شافعی اور اسی قدر یعنی ۵۰۰۰ مالکی اور دو ایک حنبلی اماموں کو — وظیفہ سلطان کی
طرف سے معین ہے۔ سوائے موزنین و مکبرین و مذکورین و دیگر اہل خدمت کے اس
سال صوبہ دار مصر کے وکلاء نے بعد حج چند روز تک حرم شریف میں لوگوں کو وظائف
تقسیم کئے۔ ہر روز ذبیحہ سرخ کے انبار ان وکلاء کے پاس دیکھے جاتے تھے اور شام تک
تقسیم ہو جاتے تھے۔ ان بدویوں اور اعراب کے وظائف بھی جو راہ شام و مدینہ و مکہ

میں ساکن ہیں۔ مقرر ہیں۔ تاکہ وہ حجاج کے قافلوں کو سلامتی سے پہنچادیں۔ یہ دولت سعادت تمام دنیا کے بادشاہوں میں سے اللہ تعالیٰ نے بادشاہ روم (سلطان ترکی) کے حصے میں رکھی ہے۔ اس وقت سلطان عبدالحمید خاں شاہ روم ہیں۔ خدمتِ حرمین کی برکت سے اور حرمین کے باشندوں کی دعا سے ابھی تک اس بادشاہ کے خاندان کی شان و شوکت، مثل روزِ اول باقی ہے۔ ۶۹۹ھ سے لے کر جب کہ ان کے جدِ اعلیٰ عثمان ترکمان نے ملک روم پر غلبہ پایا تھا۔ اب تک کہ عبدالحمید خاں بادشاہ ہیں۔ پانچ سو دو سال گزر چکے ہیں مگر ارکانِ سلطنت میں کوئی ضعف و تزلزل واقع نہیں ہوا۔ ہمیشہ کفارِ سرحد سے عزوہ و جہاد کرتے رہتے ہیں اور فتح و ظفر کا جھنڈا اونچا رہتا ہے۔ اللہ الصبر من نصر بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اعمالِ خیر یعنی صلوٰۃ و صیام اور صدقہ وغیرہ کا ثواب، حرمین میں چند در چند ہو جاتا ہے دو سے مقامات کے مقابلے میں۔ چنانچہ مکہ معظمہ میں ایک لاکھ کا ثواب ہے اور مدینہ منورہ میں دس ہزار کا۔ قطع نظر اس کے ان لوگوں پر احسان و انعام کا اجر، جو مجاورتِ خدا و رسولِ خدا اختیار کئے ہوئے ہیں، بہت ہی بڑا ہے۔

دیگر بلوک و امرا کی بقدر حال، توفیقِ خدمتِ اہل حرمین رکھتے ہیں۔
دیگر بلوک و امرا مثلاً تیمور شاہ، نصیر خاں بلوچ، نظام علی خاں اور دیگر امراء و کن اکثر یہاں صدقات بھیجتے رہتے ہیں۔ محمد علی خاں ہر سال دو لاکھ بھیجتے تھے اہل حرمین ان کے لئے دعا گو ہیں۔ بادشاہ مغرب نے اس سال برائے حرمین و دیگر شرفاء و اہل بدو۔ جو کہ حرمین سے مین تک ساکن ہیں۔ ایک رقم کثیر بھیجی ہے جو کہ تقسیم ہوئی، فقیر نے دیکھا کہ ان مغربی درہموں پر ایک طرف الذین یکنزون الذہب والفضة آیت قرآنی نقش تھی۔

حرمین شریفین اور
 سلاطین ہندوستان
 سلاطین ہندوستان ہر سال ایک بڑی رقم حرمین بھیجتے تھے۔ تین بڑے شاہی جہاز، حجاج کے پہنچانے کے لئے مقرر تھے ان کا خرچ سرکار بادشاہ کی طرف سے

ہوتا تھا۔ محمد شاہ نے اپنے ایام سلطنت میں۔ باوجود امور مملکت میں غفلت کے۔ اس بارے میں تاکید رکھی۔ بعد محمد شاہ کے ہمارے زمانے کے ہندوستانی بادشاہوں اور امیروں میں سے کسی کو خدمتِ حرمین کی سعادت نصیب نہیں ہوئی، نہ یہاں کے کسی بادشاہ امیر کا نام حرمین میں اس سلسلے میں لیا جاتا ہے۔ جن رئیسوں نے علم صرف کا کوئی حرف نہیں پڑھا اور علم نحو میں بھی فقط منج صرف کا مسلہ پڑھا ہے وہ روپیہ جمع کرتے رہتے ہیں اور اس کا وبال اپنے ساتھ لجاتے ہیں آخر کار ان کا اندوختہ نصیب فرنگی و مرہٹہ ہو جاتا ہے۔

۵۔ کہیاں را بدست اندر دم نیست خداوندان نعمت را کرم نیست

یہ دادی غیر ذرع تمام ترکوستان ہے اس جگہ نہ میوہ دار اور سایہ دار درخت ہے، نہ کھیتی باڑی ہے، حق سبحانہ نے

مکہ معطلہ میں کشتِ رزق

دعاے ابراہیمی، خَا رُزُقَهُ مِّنَ الثَّمَرَاتِ (ان کو پھلوں سے رزق دینا) کو قبول فرمایا۔ طائف اور دیگر نواحی سے اس قدر میوہ ہر قسم کا ہر موسم میں مکہ میں آتا ہے کہ افراط کے ساتھ مل جاتا ہے خصوصاً، انگور، انار، اور تربوز و سفرجل۔ ایک دن ایک معتمد سوداگر نے ذکر کیا کہ آج ایک سو پچتر اونٹ تربوز سے لے ہوئے بازملکہ میں آئے اور شام تک سب فروخت ہو گئے ایک تربوز باقی نہ رہا۔ یہاں گہوں مصر اور ہندوستان سے کشتی کے ذریعے چاول بھی ہندوستان اور مصر سے اور پھل حجاز، یمن اور مسقط سے آتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ نرخِ فلہ اس سال بہت ارزاں ہے، اہل مکہ کہتے ہیں کہ ایسی ارزانی ساہا سال کے بعد ہوئی ہے ایک ریال کا نو کیل گندم آتا جو ہمارے شہر (مراد آباد) کے اعتبار سے ایک روپیہ کا نو سیر پختہ ہوتا ہے۔ یہاں دوسری چیزیں، کپڑا، ہتھکڑیاں اور اسکے علاوہ جینی چاہیں اور جہاں سے چاہیں مل جاتی ہیں۔ غلامان و کنیزان بھی بخاس میں فروخت ہوتے ہیں۔

منظرِ مینا

منظرِ مینا کا منظر بھی عجیب ہے نفسِ کپڑوں کے تھکان اور عجیب عجیب اور تھکھ تھکھ چیزیں اور عمدہ بڑن اور بہترین پھل اتنے کہ کیاں خیال میں نہیں سما سکتے اور قوت متغیلا اس کو میزان قیاس میں نہیں تول لکتی۔ وہاں موجود ہیں۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:-

سب سے بنا آد کرامت یہ میں
 گر مئی بازار قیامت یہ میں
 بسکہ زدہ نعرہ جوش و خروش
 کچھ بود از غلغلاہ خلق گوش
 بسکہ بہم ریختہ ہمایان زر
 گشتہ ڈکانائے ہنکان زر
 اشرفی سرخ کہ آتش دہش است
 گرمی بازارش ازاں آتش است

منا اور عرفات میں، کثرتِ مردم و حیوانات خصوصاً رومیوں کی کثرت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ ان کا شمار سوائے علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا جس طرف نظر کریں آدمی دُشتر نظر آتے ہیں۔

شرفائے مکہ اشرفائے مکہ، کہ چند صدیوں سے حکومت و سلطنت اس ملک کی ان کے دست تصرف میں ہے، ساداتِ حسنیٰ ہیں، سب اہل سنت و جماعت ہیں اور ان میں سے بعض کو ذمہ یہ دینی ذمہ دہتے ہیں۔ یہ ان کے جدِ اعلیٰ کی طرف نسبت ہے جو شریفِ زید بن حسن تھے۔ ذمہ یہ مذہب سے ان شرفاء کو کچھ نسبت نہیں ہے۔ ان میں اکثر و بیشتر خفی ہیں۔

شریفِ سرور اس وقت شریفِ سرور بن سعد شریف مکہ ہیں۔ سترہ سال ہوئے کہ ان کے باپ سعد نے وفات پائی اور ان کے بھائی احمد ان کی جگہ بیٹھے۔ سرور شریف اس وقت خود سالی کے عالم میں بمقتضائے شجاعتِ جلی و جراتِ خداداد، مکہ سے بھاگ کر جدہ پہنچ گئے، رفتہ رفتہ وہاں ایک فوج فراہم کی، اور چند بار چچا سے محاربہ کیا، بالآخر غلبہ ہوئے اور چچا کو قید کر کے مندر حکومت پر بھیج گئے۔ روز بروز ان کا اقبال ترقی پر ہو گیا۔ سرور کے سرداروں کو جو ان کے آباؤ اجداد سے لڑتے رہتے تھے۔ مطیع کر لیا گیا اور اس وقت سے اس وقت تک کہ سترہ سال گزر چکے ہیں بتا یسد و توفیق الہی، عدل و انصاف کو اپنا دستور العمل بنائے ہوئے ہیں۔

۱۔ دراصل شرفائے مکہ کا نسب تعلق زید بن حسن بن علی سے نہیں ہے وہ موسیٰ الجون ابن عبداللہ ابن حسن شہنی بن حسن کی اولاد ہیں۔

اپنی ہمت کو رفاہِ خلق، معموریٰ بلاد اور ازالہٴ رسومِ ظلم و فساد میں مصروف رکھتے ہیں۔ اور ان بیجا جرموں کو جو زمانہٴ سابق میں خصوصاً ان کے باپ شریف ماسد کے زمانے میں تھے۔ موقوف کر دیا ہے۔ اور بابِ ظلم اور رہنمائیوں کو خوب سنرائیں دی ہیں، کتنے اپنے خاندان والوں کو۔ جو کہ بلندی و برتری کے زخم میں سر زمینِ حرم میں مسافروں اور غریبوں کو جو روایا، پہنچاتے تھے۔ اور اکثر عالینِ قدیم کو جو ان کے باپ کے زمانے میں شیوہٴ ظلم و تعدی برپا کئے ہوئے تھے۔ شریف سرور نے جان سے ختم کر دیا ہے ان کے حسن نیت کی وجہ سے ان کے ملک کی راہیں مامون و محفوظ ہیں۔ کسی بردی کی مجال نہیں کہ غر باد مساکین پر ظلم کر سکے۔ حاجی اور زائر لوگ فارغ البال ہو کر رات چلتے ہیں اور اہل مکہ امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ شریف سرور کی جدوجہد اور ظالمین و مفسدین کے قلع قمع کرنے کی حکایتیں مشہور ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی نصرت اور مخلوق کی رفاہیت کے لئے ان کی غیبی تائید فرمائے۔

شریف سرور نے سعیِ تبلیغ کر کے چند سال سے مدینہ منورہ کو بھی اپنے زیرِ تصرف کر لیا ہے۔ اور وہاں کے باشندوں پر بہت کچھ الغام و احسان کئے ہیں۔ ان کے آباد و اجداد کے زمانے میں ہوائے اسکے کہ شریف کا خطبے میں نام ہوتا تھا اور بیت المال پر ایک نائب مقرر ہوتا تھا۔ مدینہ منورہ پر اور کوئی تصرف و اختیار نہ تھا۔ اب شیخ اکرم، لشکرہ شہری اور بردی کسی کی مجال نہیں کہ شریف کی خلاف ورزی کر سکے۔

شریف سرور کے دیگر اوصاف حمیدہ

شریف سرور ہر روز نماز صبح حرم میں جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اسکے بعد طواف کرتے ہیں اس وقت غلام اور نوکر کوئی ساتھ نہیں ہوتا عام مخلوق خدا کے ساتھ طواف بیت اللہ کرتے ہیں اس طرح

کہ جو ان سے واقف نہ ہو وہ جان بھی نہیں سکتا کہ یہ شریف مکہ میں۔ طواف کرتے کرتے جب حجر اسود کے قریب آتے ہیں اور ہجومِ مردم وہاں ہوتا ہے تو یہ کھڑے رہتے ہیں جب موقع دیکھتے ہیں استیلام بھر کرتے ہیں۔ کوئی اس کام کے لئے مقرر نہیں کہ ہٹو بچو کہے اور مسافروں کو ان تک آنے سے روکے۔ یہ امور ان کی سعادت و اقبال کے آثار ہیں۔

ویسے جاہ و شوکت ظاہری، مثل دیگر بادشاہوں کے رکھتے ہیں اور تکین و وقار ان پر غالب ہے
سوائے قاضی اور مفتی کے ان کی مجلس میں اور کوئی نہیں بیٹھ سکتا۔

ایک دن فقیر بعد فراخ طواف، نزدیک ملتزم آیا۔ دیکھا کہ تشریف سرور، بیت اللہ
کے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے اور خانہ کعبہ کا پردہ پڑے ہوئے بنیاد تمام دعا کہتے
ہیں۔ اور دو سکر غریب و فقرا سے جو اس وقت اس مقام میں تھے کچھ بھی امتیاز نہیں رکھتے۔
اس وقت اس احقر کے دل پر عظمت رب البیت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ متاع دنیا اور اہل
دنیا کی تحقیر دل میں بیٹھ گئی۔

۵ درویش غنی بندہ این خاک درند آنا کہ غنی تر اند محتاج تر اند
واللہ الغنی وانتم الفقراء

۱) مولانا سید محمدی مغربی۔ یہ ابو الحسن شاذلی کے خاندان سے
علماء و اکابر مکہ ہیں۔ ان کے بہت مریدین ہیں، تمام اہل مغرب خواہ اغنیاء ہوں خواہ

فقرا ان کی انتہائی تعظیم کرتے ہیں۔ بیس سال سے مجاہد حرم مکہ ہیں۔ آثار بزرگی ان کی
پیشانی سے ظاہر ہیں۔ فقیر کی ان سے چند بار ملاقات ہوئی۔ میرے حال پر مہربانی و لطف
فرماتے ہیں۔ حزب البحر، حزب البرادہ، دیگر احزاب، اذکار اور اورادِ شاذلیہ کی اجازت
انھوں نے مجھے عنایت فرمائی اپنے ہاتھ سے اجازت نامہ لکھا اور دعا کی اللہ تعالیٰ
قبول فرمائے۔ ایک دن بعد حج ان کے پاس مسجد الحرام میں بیٹھا تھا وہ میرا حال دریافت
کر رہے تھے میں نے مجھلا اپنی سرگزشت ان کو سنانی۔ فرمایا۔ اب کیا ارادہ ہے؟
میں نے کہا کہ ایک عشرے کے بعد مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کر رہا ہوں دہاں زیارت
روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف اندوز ہوں گا، فرمایا بعد حصول زیارت
اپنے وطن کو لوٹ جاؤ گے؟ میں نے کہا یا سیدی۔ میں مدینہ منورہ سے لوٹنا نہیں
چاہتا۔ میری تنہا ہے کہ وہیں مجاہدیت اختیار کروں اور موت وہیں آئے لیکن حکم خدا غالب
ہے میں نے اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے۔ اس کے ارادے پر میں راضی
ہوں۔ یہ حسین مفتی مالکی اس وقت ان کے برابر بیٹھے تھے، ان سے فرمایا۔ اس شخص کو

شوقِ زیارتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیقرار کر دیا ہے اور یہ شوق دور دراز وطن سے اس عمر میں نکال کر لایا ہے۔ پھر دونوں نے میرے لئے دعا کی۔ ایک اور دن بھی حرم میں ایک کئی سے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں بیس سال سے مکہ معظمہ میں رہتا ہوں مجھے اہل ہند میں سے کسی سے اس شخص کے علاوہ انس نہیں ہوا۔ یہ شخص ایسا ہے ایسا ہی کہہ کر میری تعریف کی۔

(۲) مفتی عبدالملک حنفی۔ اپنے زمانے کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ علوم دینیہ میں مرتبہ عالی رکھتے ہیں۔ بہ سبب ہمسائیگی میری ان سے ملاقات رہتی تھی۔
(۳) مفتی عبدالغنی شافعی۔ ہنای میں فقیر کی ان سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ایک مسئلہ ان سے دریافت کیا تو انھوں نے مجھ سے معلوم کیا کہ اس سے پہلے بھی حج کو آئے تھے میں نے کہا کہ پہلی مرتبہ آیا ہوں۔ اس بات سے تعجب کیا اور ساقیوں سے کہا کہ پہلے ہی سفر میں عربی کے اندر ان کا اس قدر کلمہ۔ یہ عجیب بات ہے۔

(۴) ملا میرداد۔ ان کی اصل پنجاب ہے۔ خود مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ فنِ قرأت میں اس زمانے میں یہاں ان کا نظیر نہیں ہے۔ حسنِ اخلاق میں بے بدل ہیں اور علوم حدیث وغیرہ میں بہرہ تام رکھتے ہیں۔

(۵) مولوی محب اللہ شاگرد مولوی عبدالعلی۔ چھ سال سے مجھ سے حرم مکہ میں کام لیا۔ علوم میں منجراور، اخلاق، مرضیہ سے منتصف ہیں۔

یہاں کے علماء کا طریقہ یہ ہے کہ تلامذہ، حلقہ کر کے پیش اتاد بیٹھتے ہیں۔

طریقہ درس اور اتاد کتاب کو خود اپنے ہاتھ میں لے کر پڑھتا ہے اور تقریر مطلب کرتا ہے اگر کوئی شاگرد شبہ ظاہر کرتا ہے تو اس کا جواب دیتا ہے۔ شاگرد کی قرأت کرنے کا رواج کم ہے۔ ایک دن مسجد حرام میں متصل باب سلام ایک شخص کو بیٹھا دیکھا اسکے گرد ایک جماعت، حلقہ کئے ہوئے مودب بیٹھی تھی وہ اس جماعت سے ایک سلسل کلام بزبان فصیح و بآواز خوشتر، کر رہا تھا اور پوری جماعت، خواجوش بیٹھی سن رہی تھی، چونکہ میں نے اسی مجلس درس نہیں دیکھی تھی اسلئے سمجھا کہ کوئی دعوتِ اکبر رہا ہے یا دعائے مانگتے ہوئے۔

پھر جب یہ معلوم ہوا کہ مفتی عبدالغنی ہیں دس دس رہے ہیں۔ میں ان کے حلقے کے پاس گیا اور ان کے پیچھے بیٹھ گیا کتاب فقہ کا باب الصلوٰۃ سے دس دس رہے تھے۔

(۶) شہد عقیل — ان کے دعویٰ ہندویت یا نیابت ہندی کی خبر بلا دہند میں سنی گئی تھی یہ ایک عالم ہیں تصانیف رکھتے ہیں ان کے تراجم بھی ہیں اور یہ ظاہری ثروت بھی رکھتے ہیں۔ گذر اوقات تجارت سے ہے۔ چند بار عوام بدوا اور جہاں ہند، ان کے معتقد ہو گئے ہیں اور ہجوم کیا ہے۔ شریف سرور نے فتنے کے اندیشے سے ان کی جماعت کو منتشر کر دیا ہے لیکن خود ان سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ ان کا گھر درون باب ابراہیم، حرم میں ہے۔ چند سال سے بیرون دروازہ حرم نہیں نکلتے بلکہ حج کے لئے بھی نہیں نکلتے۔ شام کو برائے نماز حرم میں آتے ہیں اور تہنا نماز پڑھتے ہیں۔ اس بارے میں شریف نے ان پر اعتراض کیا تھا انھوں نے اس کا جواب دیا۔ ایک دن میں بوقت شام مقام ابراہیم میں بیٹھا تھا۔ کسی نے کہا کہ عقیل حطیم کے اندر بیٹھے ہیں۔ میں گیا اور سلام دے مہمانہ کیا اور صرف دو تین باتیں ہوئیں اسی درمیان میں موذن نے اذان مغرب کہی اور میں مصلائے مغرب میں آ گیا اور نماز پڑھی۔ دو سکر دن میں عقیل نے اپنے ایک خادم سے کہا کہ ایک ہندی شخص اس اس علیہ کا حرم میں ہو گا اس کو دیکھو اور میرا سلام شوق اس سے کہو میں یہ اطلاع پا کر ان کے گھر پر گیا بہت دیر تک بیٹھا۔ بہت سی باتیں درمیان میں آئیں۔ تو وضع ان کے ظاہر پر غالب ہے۔ ان کے کلام میں سلوک و ریاضت اور سلف کے طریقے پر مجاہدے کی ترغیب بہت ہے۔ ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ اس کا ایک جزو دیکھا۔ عبارت تفسیر کو الفاظ قرآن کے ساتھ ایسا غلط ملط کر دیا ہے کہ اگر اب قرآن متغیر ہو گئے ہیں اور معنی بھی بدل گئے ہیں۔ میں نے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ میری غرض عوطلت و نصیحت ہے نہ تفسیر۔ میں نے کہا کہ اپنے علاقے میں میں نے آپ کا نام سنا تھا۔ انھوں نے کہا ہندوستان میں علماء اور ارباب کشف ظہور امام ہندی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے اس کا جواب نہ دیتے ہوئے خود ان سے یہ سوال کیا کہ میں نے سنا تھا کہ پہلے آپ دعویٰ ہندویت کرتے تھے پھر اس سے رجوع کر کے اب ادعائے نیابت ہندی کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ دعویٰ ہندویت کی نسبت میری طرف کرنا میرے اوپر ایک تہمت ہے۔ میں نے تو فقط دعویٰ نیابت ہندی کیا ہے۔

اس قسم کی بہت سی باتیں ہوئیں جن کا ذکر طول سے خالی نہیں علماء عصر ان کے مخالف میں خصوصاً اس تفسیر کی وجہ سے۔

(۷) شیخ عبدالوہاب۔ یہ اعیان مکہ میں سے ہیں ایک رات مطاف میں باہم ٹھہر کر وسعت رحمت حق کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی انھوں نے بھی ایک حکایت سنائی۔

(۸) سید حسین نقوی مالکی۔ عالم ہیں اور اپنے مسکاب کی کتابوں کا درس متصل باب الزیادہ صبح کے وقت دیتے ہیں۔

میں ایک دن درمیان مولانا محمد ہمدی مغربی و نقوی سید حسین مالکی نے ذکر کو مٹھیا ہوا تھا باتیں ہو رہی تھیں۔ میں نے ان سے بعض مسائل مذہب مالکی دریافت کئے اور یہ بھی دریافت کیا کہ یہ چار مصلے کب قائم ہوئے، نیز جماعت مالکی مغرب کے وقت جدا کیوں نہیں ہوتی، اسی طرح حنبلی سوائے نماز فجر باقی نمازوں میں کیوں تابع دیگر ان ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ مصلوں کی ایجاد چھٹی صدی ہجری میں جس خلفاء عباسی کے زمانے میں ہوئی اس سے پہلے فقط ایک جماعت ہوتی تھی اور سب مسلمان ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ بعد تقدیر مصلیٰ جات و تعدد جماعات، مالکی، ظہر عصر اور عشاء کی طرح مغرب میں بھی تقدیم کرتے تھے اس لئے کہ وقت مغرب نزدیک بہت تنگ ہو۔ اور ان کی تحقیق میں نمازی اول وقت کی تاخیر کرنے سے گھنگارہ ہو جاتا ہے۔ نویں صدی ہجری میں بادشاہ وقت نے کہا کہ تم لوگ تین وقت میں تقدیم اقامت نماز کرو اور حنفی، مغرب میں تقدیم کئے اور چونکہ تا فرغ حنفی و شافعی، نماز مغرب کا وقت مختار مذہب مالکی میں باقی نہیں رہتا ہے، اس بنا پر علماء مالکیہ نے جماعت جداگانہ موقوف کر کے ہمراہ حنفی نماز پڑھنا شروع کیا۔ اور اہل مذہب امام احمد حنبلی پہلے ہی سے تھوڑے تھے لہذا ان کی جماعت سوائے فجر کے جداگانہ مقرر نہیں ہوئی۔ اسی مجلس میں جواز اقتداء، خلف امام مخالف مذہب کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ مالکیہ، مذہب میں مطلقاً جائز ہے بلا کراہت۔ اگرچہ امام مراعات موضع خلافت نہ ہی کرے۔ اس لئے کہ یہ مسائل خلاف موضع اجتہاد میں ہیں اور حق ان مذاہب میں دائر ہے، خطائے مجتہد، اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اور مجتہد خطا و میں معدوم نہ بھی ہے علاوہ ازیں صواب و خطا ہر طرف محتمل ہے۔

جو ان مذاکرات کے فقیر نے مولانا محمد ہدیٰ سمری سے اور آپ سے دعا چاہی ان دونوں نے دعا کے طویل نقل پر۔
 خیردارین کی۔ ان دعاؤں سے دل کو بہت راحت حاصل ہوئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ بافتخار
 کہم جن اخلاق انھوں نے فقیر سے کہا کہ تو بھی ہمارے لیے دعا کر۔ میں نے کہا کہ میں اس لائق کہاں ہوں؟ آپ
 لوگ سادات ہیں اللہ کے گھر کے پڑوسی ہیں، ہم مسافر ہیں آپ کے پاس متمسک دعا ہو کر آئے ہیں۔

بلدِ امین کے عوام و خواص | تمام باشندگانِ بلدیہ مکہ، مخالطت اور مصاحبت میں حسن اخلاق کے ساتھ
 مستقیمت میں، علماء و رسالت، مسافروں کے ساتھ حسن خلق اور تواضع کا معاملہ
 کرتے ہیں۔ باوجود ذوقِ علم و فضل، کبر و غرور سے آشنا نہیں ہیں۔ ایک دن بعد

طوبہ عمرہ اور بعد ازیں دو گانہ، برائے معنی میں لطف و المردہ آیا، ابھی متصل حجرِ اسود، مطاف ہی میں تھا کہ ایک بڑے
 میاں اس بلد مبارک کے ساکنین میں سے جن کو میں اللہ دیکھتا تھا۔ میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ میرے
 لیے اللہ سے دعا کرو۔ میں نے کہا سیدی! میں اس قابل کہاں؟ تم لوگ حیرانِ خدا ہو، اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم پر
 فضیلت دی ہے۔ تم ہمارے لیے دعا کرو، انھوں نے کہا نہیں تم زیادہ مستحق دعا ہو تم وفدِ اللہ ہو تمہارے
 لیے شرف ہے۔ ان کے اس قول نے میرے دل پر عجیب اثر کیا، بے اختیار رونما آگیا اور میں نہیں سمجھا کہ ان
 بزرگ کے کلام میں کیا تاثیر تھی کہ صفا تک جانے اور صفا سے مردہ تک آنے کے وقت تک وہ رقت باقی تھی۔

(۸) (مولانا) محمد مراد سندھی تبحر اور مستحق عالم تھے۔ آخر میں مدہ سے حشر میں آگے تھے۔ حاکمِ عہدہ
 کو آپ سے عقیدت تھی اس نے ایک مکان، ایک خانقاہ اور ایک مسجد آپ کے لیے بنوا دی تھی، چند
 سال بعد عہدہ ہی میں وفات پائی۔ علومِ دینیہ میں آپ کا تبحر آپ کی بیاضی سے ظاہر ہوتا ہے جس کی
 ضخیم ضخیم چار جلدیں ہیں۔ نو اہم علوم تفسیر و حدیث و فقہ، کتب معتبرہ سے جن جن کو اپنے خط سے
 اس بیاضی میں جمع کیے ہیں۔ ان کے دو سپر تھے۔ محمد حسین اور محمد حسین۔ دونوں تقویٰ اور حسن خلق
 میں آپ کے خلف الصدیق تھے، دونوں کو فقیر سے انتہائی محبت تھی۔ چھوٹے بھائی محمد حسین
 بعد ازیں حج، اول ماہ محرم میں فوت ہو گئے۔ محمد حسین بڑا درکلاں عہدہ میں سکونت پذیر ہیں۔
 کتابائے عجیب و غریب ان کے کتب خانے میں دیکھیں۔ شاہیر شاہج طریقت جو اس ملک میں
 تھے اور ابھی چند سال ہوئے جو انتقال کر گئے ہیں ان کی قبور کی زیارت بھی کی۔ مثلاً شیخ محمد سامان
 جو کہ قادری تھے تدریجاً سوزہ میں۔ اور میر عبد الغنی۔ طائف میں۔ ان دونوں بزرگوں
 کے کمالات اہل زمانہ کے نزدیک مسلم ہیں۔

اہل مکہ کے بعض مراسم | تمام مردم مکہ منظرہ کے رخساروں پر تین تین خطا دیکھ گئے۔ دریافت
 کرنے سے معلوم ہوا کہ بت سے یہاں کے ساکنین کی قرارداد یہ ہے
 کہ جو لڑکا میاں پیدا ہوتا ہے پچاس روپے کے اس کے دونوں رخساروں پر اُسٹری سے تین تین

شکات کر دیتے ہیں۔ تاکہ ان خطوط کا نشان تمام عمر باقی رہے۔ اور مکہ کا پیدائشہ دوسری جگہ کے مولود سے ممتاز ہو۔۔۔ سب سے پہلے جو یہ رسم ایجاد ہوئی اس کو بھی بیان کیا گیا۔۔۔ اسی دن بچے کو مسجد حرام میں لا کر آستانہ باب بیت اللہ پر ڈال دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں، پھر وہاں سے اٹھا کر زمزم پر لے جا کر غسل دیتے ہیں اور پھر گھر لے جاتے ہیں۔۔۔ جنازے کو اندرونِ مطاف لا کر باب بیت اللہ کے قریب زمین پر رکھ دیتے ہیں اور نماز پڑھ کر مدفن کو لے جاتے ہیں۔ فقیر نے ایک عالم سے دریافت کیا کہ فقہاءِ جنازے کو اندرونِ مسجد لانے کو منع کرتے ہیں۔ سب حرام میں اس کے خلاف عملیہ آدکبوں ہے؟ انھوں نے کہا کہ مسجد حرام اور مسجد نبویؐ میں تبرک اور استشفاع (طلب شفاعت) کے لیے اندر لاتے ہیں اور یہ عمل ان دونوں مسجدوں کی خصوصیات سے ہے۔ مسجدِ نبویؐ میں اقوالِ علماء مختلف ہیں۔

شام و روم وغیرہ کے | بلادِ شام، روم، مصر، دیارِ مغرب، یمن، عراق، کردستان اور اسکے
 آس پاس کے لوگوں کی ابتداء اسلام سے یہ عادت ہو کہ اغنیاء اور
 حاجیوں کی بعض خصوصیات | اپنی ثروت جمع کرنے اور زیارتِ روضہ رسول اللہؐ کو لازم و ضروری
 جانتے ہیں۔ ان ممالک میں شاید کوئی ہوگا جو باوجود استطاعت کے حج نہ کرے۔۔۔ یہاں کے
 قافلے کے قافلے ہر سمت سے حج کو آتے ہیں۔ اور جن لوگوں کا گذر ہوتے ہوئے مدینہ منورہ سے نہیں
 ہوتا وہ مراجعت کے وقت راہِ مدینہ سے گذرتے ہیں۔ اور زیارتِ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
 مشرف ہوتے ہیں۔۔۔ ترکمان جو شام و روم سے آتے ہیں اس سفر میں راہِ خدا میں مالِ کثیر صرف
 کرتے ہیں اور بھینے ایسے ہیں کہ لوٹتے وقت تمام نقد و جنس یہاں تک کہ طپوس و مفروش اور یمن
 جتنے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔۔۔ سب کے سب فقرا کو دیتے ہیں۔ سوائے خرچِ راہ کے اپنے پاس
 کچھ بھی نہیں رکھتے۔۔۔ یہ لوگ حرمین میں جس کسی سے دوستی کر لیتے ہیں ہر سال اس کو ہدیہ بھیجتے ہیں
 دوسرے ممالک اور جزائر میں سے بھی کوئی جگہ ایسی نہیں ہو کہ وہاں کے باشندے قلیل البشر تعداد میں جو ہم حج کے
 زمانے میں جگہ معظمہ کے اندر نہ پائے جاتے ہوں۔ خصوصاً اہلِ تکرود۔ باوجودیکہ ان کا ملک اقصائے مغرب
 میں ہے اور بوداں کی سرحد پر۔۔۔ لیکن ان کی کثیر جماعت بڑی دل کی طرح حج کے لیے آتی ہے۔۔۔ سب راہِ فام و وسیلہ
 در مغرب ہوتے ہیں۔ ہنای کی قربانیوں کا گوشت جس سے ہنای کی تمام دادی اور اسکے کچے بھر جاتے ہیں زیادہ تر ہی
 اہلِ تکرود اس گوشت کو کھاتے ہیں۔ گوشت کا قیمہ کر کے لے جاتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ان میں جاہل کوئی بھی
 نہیں ہوتا، کم و بیش ہر ایک بڑھنے لکھنے کی استعداد رکھتا ہے۔ یہ لوگ ارکانِ اسلام کا عقیدہ التزام رکھتے ہیں
 تمام اہلِ مغرب و تکرود، مانگی ہیں۔

اہلِ ہند | ہندوستان میں جو غنی اور اہلِ استطاعت ہیں یعنی جن پر شرعاً حج فرض ہو وہ تو عیش و عشرت

وجہ معاش اور خوب زوالِ مال میں اتنے مشغول ہیں کہ فریضہ ادا کی اور بدین ہی نہیں رکھتے۔ ان لوگوں میں جو کم از کم نماز پیکار اور صوم رمضان کی ہی توفیق رکھتا ہو اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے وہ تقویٰ و درع کے اعلیٰ درجے پر ہے۔ اور فریضہ حج و زکوٰۃ تو گویا ان کے کانوں تک پہنچی ہی نہیں۔ حدیث میں ایسے شخص کے متعلق سنت و عید آئی ہے جو مالک زاد و ماہلہ ہو اور حج نہ کرے۔ ہندوستان سے چل کر جو لوگ یہاں آتے ہیں ان میں اکثر فقرا ہوتے ہیں۔ ان فقرا میں وہ لوگ جو محض شوقِ زیارتِ حرمین کی وجہ سے آمادہ سفر ہوئے ہوں اور صبر و قناعت رکھتے ہوں کم ہوتے ہیں۔ ان صبر و قناعت والوں کا اکثر تعالیٰ اپنے لطفِ جمیل اور فضل سے، کفیلِ جمہاتِ حوائج ہوتا ہے اور یہ لوگ عرب میں جہاں جاتے ہیں معظم و مکرم رہتے ہیں۔ سچ ہے جو قناعت کر لے وہ عزت پاتا ہے اور جو طمع کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے۔ اکثر ہندوستانی وہ ہیں کہ غلبہ فقر، تنگیِ سینہ اور صبر کا کم ہونا ان کو جگہ جگہ لیے پھرتا ہے اور یہاں آ کر گدائی کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں۔ بعض تو ایسے پائے گئے کہ بھوک میں مر گئے اور ان کے مرنے کے بعد زبوسیم ان کے پاس سے برآمد ہوا۔ اسی بنا پر عرب میں اغنیاء ہند، بخل دے دینی کے ساتھ اور فقرا ہند گدائی دے صبر ہی کے ساتھ ضربِ مثل اور مشورہ میں۔ ایسے لوگ چونکہ بسبب تمیزی، بہت سی اذیت، سفر و بکر میں بھٹتے ہیں لہذا ہندوستان پہنچ کر ان مشفقوں اور تکلیفوں کو اور زیادہ مبالغے کے ساتھ بیان کرتے ہیں جس سے سامعین کی ہمتیں ضعیف اور داعیہ حج سُست ہو جاتا ہے۔

لوگوں نے سفرِ حرمین کو بلائےِ عظیم اور مصیبتِ مہم قرار دے لیا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ اگر کوئی بارادہ طلب معاش دور دراز ملکوں کو جانا چاہے تو اس کو کوئی نہیں بدکتا اور جب سفرِ حرمین کا ذکر زبان پر لاتا ہے تو فکروں کے اہل و عیال اس کے مرنے کے دن سے زیادہ ماتم کہتے ہیں، اس سے ناامید ہو جاتے ہیں اور حتیٰ الامکان اس کو اس سفر سے باز رکھتے ہیں۔

سمنذری سفر | فقر نے جو کچھ شاہدہ کیا ہے اس کی رو سے کہتا ہے کہ کوئی سفر، سمنذری سفر سے زیادہ آرام دہ ہے | آرام دہ نہیں ہے "سفرِ دردن" کے معنی اس سفر میں واضح ہوتے ہیں۔

راہِ مکہ و مدینہ | میں نے سنا تھا کہ راہِ مکہ و مدینہ میں موتیں بہت ہیں میرے لیے تو یہ سفر بھی خوشگوار تھا۔ پانڈوں اور ٹیلوں کے مشاہدے سے قریب ہزار بار ابراہیم علیہ السلام کی بنا پر دیدہ و دل میں ایک نور و سرور حاصل ہوتا تھا کسی قسم کی حسی و معنوی اذیت فقر کو تو عسوس ہوئی نہیں۔ کفرا سے بگاڑنے تک اور مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک دو شہزبان۔ جو خلقی اور دنیوی طبع میں مشورہ میں شادمانوں اور ملازموں کے خدمت کرتے چلے گئے۔ یہ تمام چیزیں صاحبِ خلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فضل و انعام سمجھتا ہوں الحمد للہ والصلوة والسلام علی من لا نبی بعدہ

نصف ماہ صفر کو قصد بصر مدینہ منورہ و زیارتِ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قصد مدینہ منورہ کیا۔ کوچ سے دو روز پہلے بعد نمازِ عشاء، متصل مصلیٰ مکی، مطاف میں
 بیٹھا ہوا تھا اور رات چاندنی تھی۔ اور کعبہ معظمہ کا اس وقت جاہ و جلال عجب شان سے نظر آ رہا
 تھا۔ اتفاقاً ایک درویش، علی نام جو بغداد کے رہنے والے ہیں، بعد سیاحت مصر و شام، چند سال
 سے مجاہدِ حرمین ہیں۔ مرد صالح اور عالم ہیں۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے، بعد مکالمہ و حصولِ
 تعارف میں نے ان سے کہا کہ تم مرد صالح ہو میرے لیے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میری منفعت کرے اور
 میرا یہ سفر قبول فرمائے۔ انھوں نے کہا کہ "کیا تم اس شخص کو جس سے راضی نہیں ہو۔ اپنے گھر آنے
 دیتے؟" میں نے کہا کہ نہیں۔ انھوں نے کہا بس اسی طرح اللہ تعالیٰ انھیں لوگوں کو اپنے گھر
 بلاتا ہے جن سے راضی ہوتا ہے اور بیگانوں کو اپنے گھر داخل نہیں ہونے دیتا۔ پھر کہا کہ حق تعالیٰ
 اپنے علم قدیم کی رو سے ہمارے ایک ایک عیب کو جانتا ہے۔ اور جب کوئی کسی غلام کو اس کے
 کسی عیب پر مطلع ہو کر خریدتا ہے تو اس عیب کی وجہ سے اُس غلام پر عتاب نہیں کرتا۔ ہم بھی
 اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امیدوار ہیں کہ ہمارے ان عیبوں کو جن سے وہ ہمارے پیدا ہونے
 سے پہلے واقف ہے۔ پوشیدہ رکھے گا اور ان کی بنا پر ہم سے مواخزہ نہ کرے گا۔ اُس درویش کے
 کلام سے اس وقت دل کو ایک راحت پہنچی، اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے۔ اس کے بعد میں
 مطواف کے لیے کھڑا ہوا اُس وقت غلبہ شوق و ذوق میں یہ اشعار زبان پر آ رہے تھے۔

تو بے علم اذل مرادیدی دیکھی آنکھ مرا بخریدی

تو بے علم آں دمن ہمیب ہاں ند ممکن اُنچہ خود پسندی

اب وقتِ ددع نزدیک ہو چکا تھا۔ نصف شب کے بعد تکطواف میں رہا دل نہ

چاہتا تھا کہ قیام گاہ پر آؤں۔

حرمِ بیتِ جلیل سے حرمِ نبویٰ نبیل ^{۱۲۰۲ھ} ۱۲۰۲ھ ۱۲۰۲ھ ۱۲۰۲ھ ۱۲۰۲ھ ۱۲۰۲ھ ۱۲۰۲ھ ۱۲۰۲ھ ۱۲۰۲ھ ۱۲۰۲ھ
طوافِ وداع ہونے کے بعد شبِ پینچشنبہ ۱۲۰۲ھ کو بعد نمازِ مغرب، طوافِ وداع کیا اور

اور براہِ جدہ روانہ ہوا۔ اس وقت فراقِ بیتِ اللہ کا رنج، شوقِ زیارتِ روضہ رسول کے ساتھ جمع ہو کر
 عجب کیفیت پیدا کر رہا تھا۔

عیدِ رمضان آمد و ماہِ رمضان رفت
صد شکر کہ این آمد و صد حیف کہ آن رفت

در حقیقت ایجاد عالم و آدم سے مقصود، ظہورِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ جس کی چیز میں جس قدر شرف و کرامت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا ہی اختصاص کے بقدر ہے۔ مکہ معظمہ ان کا مولد و نشا ہے۔ مدینہ منورہ ان کا متقر ہے زاد ہا اللہ شرفاً و تعظیماً۔ ایک شام نے ذیل کے قطعے میں وداغِ کعبہ کے متعلق خوب کہا ہے، اور رعایتِ ادب کو ملحوظ رکھ کر مرقی پڑھتے ہیں۔

از مکہ سوئے مدینہ چوں کردم تک رفتم بود ابع کعبہ انش و ملک
از رکن و مقام و حجر و زمزم یک یک آواز آمد کہ لیتی کنت معک
یعنی جب میں مکہ سے مدینہ جانے لگا اور طوافِ وداغ کیا تو رکن، مقامِ ادریم
ایک ایک سے یہ آوازیں آنے لگیں کہ کاش ہم بھی تیرے ساتھ مدینہ منورہ چلتے۔

وقتِ سحرِ حدہ پہنچنا ہوا۔ یہ ایک قریب ہے کہ اور حدہ کے درمیان۔ حدیبیہ جہاں پر بیعتِ رضوان ہوئی تھی اور جس کا واقعہ مشہور ہے۔ اسی مقام کے متصل ہے لیکن موضعِ نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اب یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہے۔

حدہ۔ بضم جیم دت بیدال۔ یعنی ساحل۔ اسی وجہ سے یہ بندر گاہ اس نام سے موسوم ہوئی۔ کہ حدہ سے بیدھا سمت مشرق ہے۔

حدے کی آبادی، خلافتِ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے ہوئی اس سے پہلے مکہ کا بندر گاہ دوسرا تھا۔ اس وقت حدہ بڑا شہر اور مشہور بندر گاہ ہے۔ مالک دتے زمین سے تجارت، عمدہ عمدہ چیزیں سمندری راستے سے ہمیں لاتے ہیں اور یہاں سے اطراف کو لے جاتے ہیں شریف مکہ کو بڑا محصول اسی بندر گاہ سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ قوم کا محصول۔ جو کہ میں سے آتا ہے، بلا شرکت اپنے اخراجات کے لیے لیتا ہے اور وہ دو لاکھ سے زیادہ ہے۔ اور دیگر اجناس کا محصول آدھا شریف کو پہنچتا ہے اور آدھا سلطانِ روم کی جانب سے کہ وہ مدینہ کے مصارف و وظائف کے لیے وقف ہے۔

بیرون شہر شمال کی جانب اُمّ البشیر خواجیہ السلام کی قبر ہے۔ عوام اسی وجہ سے اس شہر کو بفتح جیم (جِدہ بمعنی دادی) بولتے ہیں۔

سید علویؒ کی قبر اندرون شہر زیارت گاہ ہے۔ جس کسی پر کسی کا کوئی حق مال وغیرہ کا ہو اور وہ اس کے ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو سید مذکورہ کے مزار کے قریب آکر بیٹھ جاتا ہے پھر حاکم اور صاحب حق اس سے مطالبہ نہیں کرتے۔

بروز دو شنبہ۔ ۲۲ صفر کو۔ شہر سے باہر نکلے اور دو روز قافلہ راہ مدینہ کے بقیہ منازل کے درست کرنے کے لیے حضرت جوآ کے مزار کے قریب ٹھہرنا ہوا۔

۲۴ صفر کو نسبت مدینہ منورہ کو چل گیا۔ ۲۸ صفر کو۔ رابع میں اترے۔ رابع ایک چھوٹا گاؤں ہے اور ایک مختصر سا بازار رکھتا ہے۔ اس کے قریب جحفہ ہے۔ جو اہل مصر و شام کا میقات ہے۔ اب جحفہ ویران ہے۔ رابع سے احرام باندھتے ہیں۔ جحفہ سے مدینہ کا وہ راستہ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے حج چلے گئے اب مدت سے چھوٹا ہوا ہے۔ اب جو راستہ ہے وہ ایبار سے۔ کہ بقول صحیح قبر ائمہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ہو۔ جو کہ گھنٹا ہے اور مسجد خرابہ میں۔ جو کہ کتابہ وادی روحا ہے۔ پہلے راستے سے متصل ہو جاتا ہے۔ اس موجودہ راستے میں بعض شتر بان جو کہ ساکنین بدر ہیں قافلے کو بدر تک لے جاتے ہیں اور بدر سے صفرا میں لاتے ہیں اور صفرا کے شتر بان بدر نہیں جلتے ہیں۔ بدر و صفرا میں تین چار میل کا فاصلہ ہے۔ ہم نے جن شتر بانوں کے اونٹ کرایے پر لیے ہیں وہ باشتگان صفرا میں اسی وجہ سے بدر جانا نہ ہوا اور چونکہ یہ راستہ سوائے رات کے نہیں چلا جاتا۔ اور شتر بان کسی کے کہنے سے کہیں ٹھہرتے نہیں اسی وجہ سے اکثر نواضع متبرکہ جو اس راستے پر ہیں ان کی زیارت میسر نہ ہوئی۔

عربان میں یہ ابتلاء واقع ہوتا ہے کہ بعد ظہر و عصر کو چلے جاتے ہیں۔ وقت مغرب تقریباً ایک ابتلاء۔ رات ٹھہرتے ہیں اور تمام رات چلتے ہیں پھر منزل کے قریب و بعد کے مکان سے فجر سے پہلے یا بعد فجر اترتے ہیں اور اس معاملے میں شتر بانوں کے علاوہ کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ لہذا خفیہ کو نماز عشا کا ادا کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ بعض سواری پر ہی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ صورت اس وقت جائز

تو ہے جب کہ ظنِ خوف غالب ہو لیکن جماعت فوت ہو جاتی ہے۔ اور بعض لوگ بتعلیقِ شافعی، مغرب کے ساتھ نمازِ عشاء کو جماعت کے ساتھ جمع کر لیتے ہیں۔ بوقتِ ضرورت اس تعلیق کا جواز درمختار میں مذکور ہے۔ مفتی عبدالملک حنفی نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے مگر ان شرائط کے ساتھ جو نزد شافعیہ لازمی ہیں۔

۲۸ صفر کی شام کو راتِ بغیرے کوچ ہوا۔ سحر چار شنبہ یکم ذی الحج الاول کو صفر میں درود ہوا۔ صفر ایک تریہ ہے، ایسی وادی میں واقع ہے جس کے چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ یہاں باننا ہے۔ کھجور کے باغات بہت ہیں۔ کھجور کے درختوں کے نیچے ترکاریاں لگاتے ہیں۔ اور آبِ جاری کی وہ نہر جس سے باغات کو پانی دیتے ہیں ایک دھچپ سیرگاہ ہے۔

یہ کہو دی نے تاریخ مدینہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند بار اس راہِ صفر سے گزرتے ہیں۔ اسی کے مقبل حضرت عبیدہ بن کحارث مطہری کی قبر ہے جو بدر میں مجروح ہوئے تھے اور اس جگہ انتقال کیا تھا۔ صفر کے لوگ اس کو قبر ابوذر غفاری بتاتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ حضرت ابوذر غفاری کی قبر تو مدینہ نواحی نجد میں، مدینہ منورہ سے چار روز کے راستے پر ہے۔

بعد دو دن قیام کرنے کے بروز جمعہ ۲ ذی الحج الاول کو، دن کے آخری حصہ میں وادیِ خیف صفر سے کوچ ہوا۔ آدمی عذات کو دادی خیف پر گذر ہوا۔ اس وادی میں بھی آبادی، بازار، باغات اور نہر آب، مثل صفر کے ہے۔ اس راہ میں جبہ سے صفر آگے میں پہاڑ دہنی طرف بہت دور تھے اور دریلے شور (سمندر) بائیں طرف تھا۔ صفر کے قریب دو دن سمت کوہستان ہے خصوصاً خیف میں۔ شنبہ کے دن دادی مدحار کے کنارے مسجد غزالہ میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ صفر ادا کی ہے۔ نماز پڑھی گئی۔

صبح دو شنبہ، ذی الحج الاول کو۔ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا اور مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بیرون شہرناخہ میں مقبل عید گاہ نبوی اُرتا۔ اور یہ کہینہ، بعد اگلے فجر وہاں سے لاذ عالمیاں، لمبائے جہاں، شفیح اُمم، سرور بنی آدم، میدانام صلی اللہ علیہ وسلم کی درگاہ عالم نیاہ کی جانب متوجہ ہوا۔ باب السلام سے داخل ہوا۔ مصلائے مصطفوی پر تھیجۃ المسجد پڑھا کہ مواجد شریف میں آیا۔ سلام اور آداب زیارت کو حسب قاعدہ

ادا کیا۔ اور غلبہ شوق میں یہ اشعار اسلئے الذہب (جامی) وغیرہ کے پڑھے۔

سویم انگن ز رحمت نظرے	باز کن بر رخم ز لطف درے
زادی من شنو ، تکلم کن	گمئی من شنو ، تبتم کن
لب بچباں پئے شفاعت من	منگر در گناہ و طاعت من
کہ ز نعم طبری سنت تو	ہستم از عاصیان امت تو
ماذہ ام زیر بار عصیاں پست	انتم از پا گرم تگیری دست
رحم کن بر من و نقیبری من	دست وہ بر دست گیری من
خود دست تو کے رسد دستم	ایمقدر میں کہ در دست ہستم
پست بودن براہ تو خوشتر	کہ بلندی بعرض بودن سر

یا شفع الذہبیں بار گناہ آوردہ ام	برندت ہیں بار پست در گناہ آوردہ ام
چشم رحمت بر کشا ، موئے سفید من میں	گر چہ از شرمندگی رے سیاہ آوردہ ام
آن نیکویم کہ بودم سالما در براہ تو	ہستم آن گمراہ کہ اکنون در براہ آوردہ ام
عجز و بیوشی در رویشی و در میشی درود	ایتمہ پد جوئے عشقت گواہ آوردہ ام
دیو بہر زہ در کین نفس ہوا اعلیٰ دی	زین ہمہ در سایہ لطف پناہ آوردہ ام
گر چہ موئے معذرت نگذاشت گستاخی مرا	کردہ گستاخی زبان غدر خواہ آوردہ ام

وہستم ای سبکہ بعد از مدت دور و در داد

بر حرم آستان می نهم روئے نیاز

یا بول اشرفی گویم کہ ہماں تو ام

ما فقیرے طعمہ خواہد بیزہ خوان تو ام

پس از ادائے آداب زیارت، شیخین کبیرین (حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور سیدۃ النساء (حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما) کے مواجہہ میں آیا اور سلام عرض کیا۔

مواہب شریف میں آیا۔۔۔ خدائے عظیم کی قسم اگر میرا زبان ہو زبان بن جائے اور ہر زبان ہزار ہا شکر
اللہ تعالیٰ کے ادا کرے پھر بھی اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر ادا نہیں ہو سکتا کہ مجھ جیسے کینے گناہ گار تباہ کار
کو محض اپنے فضل و انعام سے اس موقعِ عظیم میں حاضر ہونے کا موقع دیا۔

شکر تکرار کر دے کہ تو نے میری بددست
آفریں باد پر ہیں بہت مردانہ ما

آفتاب اندر ہر نشانِ لعل سازد رنگِ ا
غیر خاموشی چہ گوید لعل، شکر آفتاب

خدا کی قسم یہ وہ جگہ ہے جس کو پروردگار عالم نے اپنے حبیبِ مکرم کے لیے انتخاب کیا، اور تمام
فتوحات و برکات اور انوارِ جنوں نے مشرق و مغرب کا احاطہ کر لیا اسی جگہ سے ظاہر و ناشی ہوئے ہیں
یہ وہ میدان ہے جو ہبلا دچی ہے اور موردِ ملامت اور سکنِ سیدان و جان رہا ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے
جو اقدامِ خیرا نام سے نوازی گئی ہے۔

جنتِ البقیع کی زیارت سے بہاںِ اہلبیت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر امتِ رحیم
اللہ مدفون ہیں۔ اور جبلِ اُحد اور وہاں کے شہداء کی زیارت سے نیز مسجدِ قبا اور ان دیگر مساجدِ مبارکہ و
آثارِ مقدسہ کی زیارت سے جو شہرِ مدینہ اور نواحی مدینہ میں مشہور ہیں۔ مشرت ہوا۔۔۔ چہ یادِ خلی
اندر وہ گنبدِ حجرہ منورہ بھی میسر آئی۔۔۔ یکم رجب کو جب کہ وہ دن گنبدِ اپنے سر اور چہرہ کو دیوار سے ل
رہا تھا اور ڈاڑھی کو اس زمینِ رشکِ علیین کے لیے جھاڑو بنائے ہوئے تھا۔ اس وقت اس
احقر کے موقف سے تیر مکرم و معطر، ایک ذراع کم و بیش ہوگی۔

اس وقت احقر نے ارجم الراحمین سے بوسیدہ رحمتہ للعالمین یہ دعا مانگی کہ اے اللہ اس کینے
کو جب اس درگاہ میں داخلے کا موقع دے دیا ہے تو اب اس کے بعد کسی مخلوق کے دروازے پر حاجت
طلب کرنے کے لیے نہ لے جانا۔ اور یادِ آخرت میں نیز اپنی پناہ میں رکھنا۔ یہ دعا بیت اللہ شریف
کے اندر بھی اس حاج و زاری سے مانگی تھی۔ فضلِ خدا اور شفاعتِ رسول کریم سے امید قبولیت
ہے۔ وہاں سے آکر قبرِ سیدۃ النساء کے قریب اس جگہ کھڑے ہو کر جو زیارتوں سے وہ رکعت
تجوید المسجد کی پڑھیں اور باہر چلا گیا۔

اب جبکہ اختر نام، شرف مجاورت بلدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فائز ہے۔ اخبار اور شاہد و مزادات کی واقفیت کے شوق نے آمادہ کیا کہ دارالوقافی اخبار دار المصطفیٰ کا مطالعہ کیا جائے۔ یہ کتاب امام علامہ نور الدین علی بن عبداللہ سمودی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے جو ۹۱۰ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ یہی کتاب ہے جو شیخ عبدالحق دہلویؒ کی کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب (تاریخ مدینہ) کا ماخذ ہے۔ عمدۃ الاخبار مولفہ احمد بن عبدالحمد الماشی السدی جو ۱۰۳۵ھ میں تالیف ہوئی ہے۔ کا بھی مطالعہ کیا۔ ان کے علاوہ دیگر کتابوں پر بھی عبور حاصل کیا گیا۔ فضائل زیارت، فضائل مدینہ منورہ اور فضائل مدینہ منورہ کو ان کتابوں سے اخذ کیا۔

حاضری کے دوسرے دن ایک بزرگ کے پاس جو ہندوستان سے آکر مدینہ مدینہ سے یہاں قاضی پذیر ہیں گیا۔ اور اللہ کے اس فضل و کرم کا جو اس نے مجھ پر فرمایا ہے، ان سے ذکر کیا۔ انھوں نے یہ شعر پڑھا۔

نازم بچشم خود کہ بودے تو دیدہ بہت رنم بپٹے خود کہ بکویت رسید بہت
اس شعر کو سن کر ایک خاص ذوق و شوق کی کیفیت پیدا ہوئی۔ خواہ بہ شریف میں حاضر ہو کر
مکڑیہ شعر پڑھا اور گریہ و زاری نے زور باندا، غلبہ شوق میں اپنے پاؤں کو بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں کو اس سے لایا۔

یا نغم در گدے خاک کف پایش را چون نالم رخ خود یافتہ ام جایش را
مخملہ ان اوقات کے جن میں ذوق و حضور اور لذت و سرور حاصل
مسجد نبوی میں خطبہ جمعہ ہوا ایک خطبہ جمعہ کا وقت ہے۔ خطیب بالائے منبر کھڑے ہو کر
ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے تو کہتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنَّ هَذَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ
اور کہتا ہے۔ قَالَ هَذَا النَّبِيُّ صَاحِبُ هَذَا الْقَبْرِ الْمَعْتَرِ۔ اور یہ کہتے
ہوئے وہ اپنا چہرہ بوئے حجرہ شریفہ کر لیتا ہے اور اشارہ کرتا ہے۔ اگر کسی کو حضور قلب کی
کیفیت حاصل ہو تو اس وقت تصور کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا اور آپ کی شکل
مبارک کا اور اس بات کا کہ آپ بالائے منبر جلوہ فرمایا ہیں، تمام ہماجرین و انصار، زبان مبارک

سے احکام و اخبارِ سننے کے لیے کان لگائے بیٹھے ہیں۔ آنحضرت اثنائے خطبہ میں ان کو طاعتِ حق کی ترغیب دے رہے ہیں اور شرائع و احکام بیان فرما رہے ہیں۔ اور یہ بھی خیال کرے کہ میں اس مصلح مجددِ جہاں میں، صفتِ نعال کے اندر بیٹھا ہوا ہوں۔ پھر جو سرود و کیفیت حاصل ہو گا وہ بیان نہیں ہو سکتا۔

خطبائے حرمین | خطبے حرمین ہر جمعہ کو یا خطبہ پڑھتے ہیں۔ لکھا ہوا خطبہ پڑھا عیب سمجھتے ہیں۔ ہر خطبے میں ہر مہینے اور موسم کا خیال رکھتے ہیں۔ مثلاً عاشوراء، رمضان، خصوصاً ایامِ حج۔ کوئی زبردست حادثہ واقع ہوا ہو جیسے کسی بڑے شخص کی موت اس کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ہر خطبے میں ذکرِ بیتِ اللہ بھی کرتے ہیں۔ چونکہ یہ خطیب اہل زبان ہوتے ہیں اس لیے خطبے میں کمال دکھاتے ہیں۔ فصاحتِ بیان، تجویزِ طناقتِ زبان کے ساتھ جمع ہو کر قوتِ سامعہ کو لذتِ قوی عطا کرتی ہے۔ ہر چند خطبہ طویل ہوتا ہے لیکن فصاحتِ کلام اور حسنِ صوت کی وجہ سے دل اس سننے کی طرف متوجہ رہتا ہے اور کوئی بے لطفی نہیں پیدا ہوتی۔

فضیلتِ شہین | ابنِ سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں اس بات پر قسم کھا لوں کہ خداوندِ کریم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت ابو بکرؓ کو حضرت عمرؓ کو ایک ہی طینت سے پیدا کیا ہے اور ان کو اسی طینت میں واپس کیا ہے۔ تو میں بلاشبہ اپنی قسم میں صادق ہوں گا۔ یہ دونوں گرامی قدرِ خلیفہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دفن ہیں۔ اور راہِ انصاف پر چلنے والے کے لیے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ جب کہ مسلمان اپنے مردوں کو بقصدِ تبرک، صلای و اولیاء کے زیر سایہ دفن کرتے ہیں اور ان بزرگانِ دین کی برکت سے امیدِ مغفرت رکھتے ہیں، پس ہر اُنکی سید المرسلین، شفیع الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ کتنا اونچا ہو گا؟ جس کی بصیرت نورِ توفیق سے منور ہوگی اور دل روشن ہوگا، وہ اہل بیتِ اطہار، صحابہ کبار اور مہاجرین و انصار کے فضائل و مناقب کا ضرور معترف و معترف ہوگا، اُن سوانحِ عطا اور سماعی مشکورہ کی بنا پر جن سے کتبِ احادیث و سیر بھری ہوئی ہیں۔ تعجب ان لوگوں پر ہو جو صحابہ کے حقوقِ صحبت اور اُن کی خداتِ عالیہ کو فراموش کر کے زبانِ طعن و انکار دہاڑتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ اگر یہ تمام سنی دگرگشتیں۔ جو کہ صحابہ کرام ابدالے اسلام میں برائے

تقویت دین، سید المرسلین کے رو برو کر چکے ہیں۔ منکروں کے زعم باطل کی رو سے ضائع و بے فائدہ رہی اور وہ شفاعت رحمتہ للعالمین سے نعوذ بالشر محرم رہے۔ تو ہم کو یاد جو دان افعال قبیحہ، طاعت غیر صحیحہ، عبادت کا سدہ اور اعمال ناسرہ کے اپنے حال پر روزنا چلیے یہ ہم کس منہ سے نجات و شفاعت کی توقع کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال کے عیوب تلاش کرنے کی توفیق دے اور سلف صالحین بلکہ جمیع مسلمین سے بدگمانی کرنے سے محفوظ رکھے۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنوا ربنا انك رؤوف رحيم

مولانا روم شہزادی میں فرماتے ہیں۔

غافلند این خلق از خود اے پسر	لا جرم گویند عیب یک دگر
چوں خدا خواهد کہ پردہ کس درد	نیایش اندر طعنه پاکان بود
در خدا خواهد کہ پوشد عیب کس	کم زند و عیب معیوبان نفس
ہر کرا افعال دیو دد بود	با کریاں ہم گمانش بد بود
ہر کسے کو عیب خود دیدے ز پیش	کے بدے غافل سے از اصلاح خویش

خواجہ فرید الدین عطار فرماتے ہیں۔

چند گوئی مرتضیٰ منظلوم بود	از خلافت راندہ و محروم بود
چوں علی شیر حق است و تاج سر	ظلم تو ان کرد بر شیر اے پسر
در تعصب میزند جان تو جوش	مرتضیٰ را جان چینیں بنود خموش
مرتضیٰ را پس مکن بر خود قیاس	زانکہ در حق بود غرق آن حق شناس

اہل مدینہ کے جنازے کو اندرون مسجد نبوی مواجہ شریف میں لاتے ہیں۔ اور اس درتپے کے قریب رکھ کر جو کہ محاذی مواجہ شریف ہے۔ مرنے کے لیے طلب شفاعت

توسل کرتے ہیں بعدہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھ کر، مدفنہ جنت سے گذر کر جنت البقیع کو لے جاتے ہیں۔
 میں ایک دن مواجہ شریف میں بیٹھا ہوا درود خوانی میں مشغول تھا کہ ایک جنازہ اسی طرح لایا گیا مجھ کو اس
 مرے پر رشک آیا، کاش یہ مردہ میں ہوتا۔

اطفال نوزائیدہ کو ان کی مائیں چالیس دن کے بعد روزِ پنجشنبہ حرمِ نبوی میں لاتی
نوزائیدہ اطفال مدینہ ہیں۔ اور خواجہ سرا بچوں کو ہاتھوں پر رکھ کر شاک (جالی) کے اندر لیتے ہیں اور
 مواجہ شریف میں کھڑے ہو کر دعائے برکت عمر و صلاح عمل کرتے ہیں۔

دُعایہ توسل اپنی مدینہ کی عادت ہے کہ جب کوئی ہم عظیم مثل استغناء یا دفع مطالبہ کے درپیش
 ہوتی ہے تو اکابر و اعیان عصر، مواجہ شریف میں حاضر ہوتے ہیں اور اس درود
 کو جو بہت تباہ شاک مجرہ میں بے کھولتے ہیں۔ مصحف عثمانی کو باہر لاتے ہیں اور جناب باری تعالیٰ

میں توسل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دفع بلا کی درخواست کرتے ہیں۔ یہ مصحف عبدالعزیز بن
 عثمان رضی اللہ عنہ سے اترتا ہے، قول صحیح اسی جگہ موجود ہے۔ ان دنوں کہ احقر مدینہ منورہ آیا ہوا
 ہے سلطان دوم عبدالحمید خاں کا نام مبارک باشندگان حرمین کے نام پہنچا ہے جس کا مضمون

یہ ہے کہ لشکر اسلام کا کفار بنی اسرائیل سے مقابلہ ہے۔ چاہئے کہ جماعت مسلمین برائے نصرت اہل اسلام
 و مقہور بنی کفار دعا کریں۔ اس پیغام کے آنے کے بعد ہر دو شنبہ، پنجشنبہ کو شیخ المحرم، قاضی ہفتی
 اور دیگر اعیان کے ساتھ بعد نماز فجر نزدیک شاک آتے ہیں اور قاری سورہ اِنَّا فَتَحْنَا پڑھتا ہے

اور حاضرین حجرہ شریفہ کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ بروز جمعہ ۱۶ ربیع الثانی کو
 بعد نماز جمعہ یہ سب مواجہ شریف میں آئے اور مصحف مذکورہ کو باہر لاکر صبح بخاری کا ختم کرایا اور
 مصحف سے سورہ فتح پڑھی گئی۔ پھر دعا ہوئی۔ خطیب نے ایک فصیح و طبع دعا پڑھی اور

جناب عطفی سے توسل و استغناء کیا۔ فقیر اس مجمع میں حاضر تھا اس وقت عجب حال
 شاہدے میں آ رہا تھا۔ مگر بسبب ہجوم، زیارت مصحف سے محروم رہا۔ دوستوں میں سے ایک جو
 اس مصحف کے قریب تھا اس نے کہا کہ میں نے مصحف کی زیارت کی اور اس کو سر پر رکھا۔ اس کا
 خط کوئی ہے اور اس کے اوراق چھٹی کے ہیں۔

بنو الاصف بنو الاصف ایک قوم ہے اس کی کثرت سوائے اہل المشرق و جنوب کے کوئی نہیں جانتا ان کا

لک اقصائے بنگار سے لے کر سرحد روم تک ہے، سلطان روم کا اُن سے مقابلہ رہتا ہے۔ وہ عساکر اسلام کو ان سے جہاد کرنے میں ہمیشہ مشغول رکھتا ہے۔

شیخ علی نام ایک عالم و مدرس ہیں وہ سالہا سال اسلامبول (استنبول) میں حکم احوال ملک روم نے | قسطنطنیہ بھی کہتے ہیں رہے ہیں۔ اب مجاہد مدینہ منورہ میں۔ ایک

دن مدینہ منورہ کے ایک باغ میں کہ چاہ ابو ایوب انصاریؓ اس میں ہے۔ لقب پیر و تفریح میں اولیٰ وہ بیٹھ ہوئے تھے۔ اُن سے احوال ملک روم، اطوار سلطان، دیگر خصوصیات قسطنطنیہ اور کفار مذکورین کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے بہت سے عجائب و غرائب ذکر کیے۔

۱۲۲۰ھ کو شریف سرور نے مکہ منظرہ میں وفات پائی ان کا محل تذکرہ اور اوراق سابق میں گزر چکا ہے۔ ابھی وہ کچھ

اد پر تین سال کے تھے کہ ضرعہ اہل نے ان کے نہال عمر و زندگی کو جڑے اٹھا کر پھینکا۔ مدینہ

منورہ میں جب یہ خبر پہنچی۔ خطیب نے جمعہ کے دن خطبہ میں اللہ تعالیٰ کے دوام و بقا، اہل دنیا

کی موت و فنا اور زوال ملک و دولت کا ذکر ابتداء میں اس انداز میں کیا کہ حاضرین پر رقت طاری

ہو گئی۔ بعد نماز جمعہ، مسجد نبویؐ میں نماز جنازہ غائبانہ شریف سرور پڑھی گئی۔ امام

شافعی، المذہب تھا سب نے اس کی اقتدا کی۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ نے

اپنے ملک میں وفات پائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز مدینہ منورہ میں صحابہ کرام سے

فرمایا کہ مرد صالح، صحیحہ نجاشی فوت ہو گیا۔ اس کے بعد صحابہ کے ساتھ نجاشی غائبانہ

نماز پڑھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، سفر تبوک میں تھے کہ معاذ یہ لہنی صحابی نے مدینہ

منورہ میں وفات پائی، جبرئیل علیہ السلام نے ان کی موت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

خبر دی۔ اُن پر بھی آپ نے غائبانہ نماز پڑھی۔ نماز جنازہ غائبانہ مذہب شافعی میں جائز ہو

نیز حنفیہ جائز نہیں۔ ان احادیث کے استدلال کے جوابات جو حنفیہ نے دیئے ہیں وہ اپنی جگہ کتابوں

میں موجود ہیں۔

حرمین شریفین میں یہ قاعدہ ہے کہ جب اکابر میں سے کسی کا خیر موت سنتے ہیں تو مذاکرہ کرتے

ہیں کہ فلاں شخص نے فلاں شہر میں وفات پائی ہے اے مسلمانو! اس پر نماز جنازہ پڑھو۔ شافعی

امام، امامت کرتا ہے اور اکثر خفیہ بھی اس کی اقتدار کرتے ہیں۔

شرفیت نو کی خوشی | بحکم شیخ المحرم شریف نو کے جلوس سے خوشی کا اظہار کرنے کے لیے بازار دینیہ کی چند دن زینت کی گئی۔

شیخ المحرم | شرفائے مدینہ سادات حسینی ہیں، زمانہ سابق میں اس بلدہ ضیہ کی حکومت ان کے ہی کتب اقتدار میں تھی۔ جب ہنگ جرمت حرم شریف، ان سے ظہور میں آئی

اور اندرون مسجد مشعل شباک حجرہ شریفہ، کرسیاں بچھا بچھا کر بیٹھنے لگے اور وہاں بیٹھ کر قومہ پیتے تھے۔

سلطان روم کو اس حال کی خبر ہوئی۔ ایک شخص کو بھیج کر ان کو ان اعمال سے باز رکھا اور حکومت سے

ان کا دست تصرف کوتاہ کر دیا۔ اس دن سے شیخ المحرم، سلطان کی جانب سے مقرر ہوا، چند سو آدمی

اہل لشکر سے برائے محافظت قلعہ و شہر متعین ہو گئے۔ اب چند آدمی ان شرفاء میں سے یہاں موجود

ہیں اور اس وظیفے سے جو سلطان کی جانب سے آتا ہے اور بعض باغوں کی آمدنی سے سب ادقات کرتے

ہیں۔ اب نقطہ خطبے میں بعد نام سلطان و شریف مکہ، شریف مدینہ کا نام ان الفاظ سے مذکور

ہوتا ہے۔ اللہم صلح امیر المدینۃ شریف صالح

سلاطین روم خدام مدینہ | آثار سعادت سلاطین روم سے یہ بھی ہے کہ منجملہ خدام حرم مدینہ،

نراشین کا جو گروہ ہے اور جن کا ہم اندرون شباک گنہ خضرہ

کی فہرست میں | جاردب کشی کرنا اور قنادیل روشن کرنا ہے۔ اس گروہ کا سردار سلطان نے

خود کو قرار دیا ہے۔ اور اپنا نام بھی دفتر خدام میں ثبت کرایا ہے، تیز پنے نام کا وظیفہ بھی دیگر خدام کی

طرح مقرر کیا ہے۔ نائب سلطان اس کام کی انجام دہی کے لیے مدینہ میں رہتا ہے۔ اس زمانے میں

نائب سلطان شیخ حسین عباسی ہیں جو شیخ ابوالفتح مفتی حنفی کے چچا زاد بھائی ہیں۔ وہ نیابت

سلطان میں اندرون حجرہ جا کر اول خود جاردب کشی کرتے ہیں اور قنادیل روشن کرتے ہیں ان کے

بعد دوسرے خدام اس خدمت کو انجام دیتے ہیں۔ جب نیا بادشاہ تخت پر بیٹھا ہے تو اپنے

نائب کو روم سے صلہ دعا بھیجتا ہے۔ سلاطین روم اس عہدہ خدمت جاردب کشی کو اپنے

لیے سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں۔

سلطان دیار مغرب کی داود و دہش | شریف عبداللہ بن محمد، سلطان دیار مغرب نے اس سال

حرمین کو جو دیا بھیجے ہیں ان میں ایک لاکھ تیس ہزار ذبیر خ جو کہ ہندوستان کے تقریباً دو لاکھ روپے ہوتے ہیں برائے اہل مدینہ تھے۔ ان میں سے پچیس ہزار حصہ سادات و شرفا کا تھا جس کو سیدالساہ نے تقسیم کیا اور سادات کے مردوزن میں سے ہر ایک کو اتنی اسمغلی سے کم نہ پہنچا ہوگا۔ اہل امتیاز کو ایک سو اور ہزار تک دیا گیا۔ پچیس ہزار دیگر ساکنین مدینہ میں سے غنی و فقیر، زن و مرد، صغیر و کبیر، مملوک و آزاد سب کو پہنچا اور سادات اسمغلی سے کم کسی کو نہ ملا۔ بیس ہزار شرفیہ میں ماہنت ہیں، چالیس آدمیوں کے صرفے کے لیے جن میں سے دس آدمی قرآن، دس دلائل الخیرات، دس درود شریف اور دس تھیئہ بردہ پڑھتے ہیں۔ سو اسمغلی ماہانہ تنخواہ ان چالیس کو دی جاتی ہے۔ سلطان مذکور نے دو کتابیں حدیث کی تالیف کی ہیں، ان سلطان مغرب اور فن حدیث کے چند نسخے حرمین بھیجے ہیں اور ان کتابوں کے درس دینے والوں کا سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔ چنانچہ حرمین میں بعض اشخاص ان کتابوں کا پڑھنا دیتے ہیں۔ شہر مراکش جو دیار مغرب کا دارالسلطنت ہے، نشکی سے پانچ ماہ کا راستہ ہے اور اسکندریہ و مصر ہو کر کچھ کم ہے۔

اہل مدینہ کے اطفال خود رسال جو قرآن مجید حفظ کرتے ہیں، بعد مغرب مسجد اہل مدینہ کے اطفال شریف میں نزد سب و محراب بیٹھتے ہیں، اپنا سبق دہراتے ہیں اور اچھی آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں میں ایک رات استوانہ ام المؤمنین عائشہ کے قریب مشغول تلاوت کلام اللہ تھا کہ ایک لڑکا جس کا قرآن میں نے سنا تھا، میرے پاس آیا اور کہا اقرء علیک۔ کیا میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں، میں نے کہا اقرء۔ (پڑھو)۔ اُس نے پڑھا شروع کیا اس کو دیکھ کر دو لڑکے اور آکر بیٹھ گئے، میں نے ان کو کچھ دیا اور کہا کہ اس کو اس میں برابر برابر تقسیم کر لو وہ لڑکے خوش ہوئے، ان میں سے ایک بہت چھوٹی عمر کا تھا، شاید آٹھ سال سے زیادہ نہ ہو، اس چھوٹے بچے سے میں نے دریافت کیا کہ تم نے آج کیا کھایا تھا، اُس نے بچنے سے جواب دیا کہ میں تم کو اس کا جواب نہیں دوں گا اپنے عمل کے ضائع ہو جانے کے خوف سے؛ اُس کے بھائی نے کہا کہ یہ حدیث کا مضمون بیان کر رہا ہے کہ جس نے مسجد میں دنیا کی بات کی اُس نے اپنا عمل ضائع کر دیا۔ مجھ کو اس کی اس بات سے تعجب ہوا کہ یہ لڑکا جزئیات

آدابِ شرعیہ پر اتنی اطلاع رکھتا ہے۔ بڑی مردانوں کو بھی ان باتوں کا خیال نہیں ہوتا۔

مسجد نبویؐ میں مجالسِ علم و ذکر | مسجد نبویؐ میں چند حضرات، مجلسِ درس و تذکرہ منعقد کرتے ہیں بعض علماء کتب تفسیر و حدیث و فقہ اور علومِ آلیہ کا درس

دیتے ہیں۔ بعض تذکرہ کے طور پر کتابِ حدیث یا کتابِ سلوک کو یا احوالِ مشائخ کو خوش آہانی کے

ساتھ پڑھتے ہیں اور حاضرین حلقہ کیے میٹھے رہتے ہیں اور سنتے ہیں۔ اس مجمع میں اکثر تاجرو

دد کا ہزار بھی حاضر ہوتے ہیں اور زبانِ انانی کی وجہ سے مطلب سمجھتے ہیں، محتاجِ تعلیم نہیں ہوتے

اگر کوئی لغتِ عبادت میں لٹے یا د حدیثیں بظاہر متعارض ہوں یا کسی مسئلہ میں اختلافِ مجتہدین ہو تو

اس کو قاری خود واضح کر دیتا ہے، وقتِ عصر سے، وقتِ چاشت تک اور عصر سے مغرب تک عجیب

جمع مسجد نبویؐ میں رہتا ہے۔ ایک جماعت دعا و تذکرہ میں مشغول ہے۔ ایک تلاوتِ قرآن

کر رہا ہے، ایک جماعت دلائلِ اثبوت اور درود پڑھ رہا ہے۔ ایک براجہ شریف میں مٹھی ہوئی

عرضِ نیاز اور توسل بہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہے۔ زعم فقیر میں اس طرح کا اجتماع

اس حیثیت سے روئے زمین پر نہ ہوتا ہوگا۔ کہ مغلطہ میں اگرچہ بعض علماء درس دیتے ہیں اور لوگ

ان کے قریب جمع ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ذکر و درود میں مشغول ہوتے ہیں، مگر یہاں تو کیفیت ہی

دوسری ہے۔ اللہم صل علیٰ ہذا البقی

۱۱) شیخ عثمان خفنی مصری۔ ان کی اصل دمشق ہے، مولود

علماء و صلحاء مدینہ منورہ | مشامصر ہے، پندرہ سال سے زیادہ گزر گئے کہ حجاز مدینہ

میں۔ تبحرِ علم حدیث و فقہ میں اپنے زمانے میں حرمین کے اندر عدلیہ و نظیر نہیں رکھتے۔ تقریب

مطلب اور توضیح مراد میں بے بدل ہیں۔ شافعی امام کی نماز فجر کے بعد، روشنی شمع میں، درمیانِ مسلم

بخاری دیتے ہیں، بہت بڑا مجمع اس درس میں حاضر ہوتا ہے۔ عثمانین کے درمیان شرح

ابن حجر زبائین ذوی چند آدمی ان کے سامنے پڑھتے ہیں۔ صاحب تصانیف ہیں۔ الاشیاء

والنظار کی شرح شرح کر کے حج کو مکہ معظمہ گئے تھے۔ فقیر نے حرم مکہ میں ان سے ملاقات کی

تھی اور مدینہ منورہ میں اکثر ان کی مجلسِ درس میں حاضر ہوتا ہے۔ چونکہ اہل مصر کے لہجہ

میں کلام کرتے ہیں اور زبان میں کچھ سرعت بھی ہے اس لیے فقیر کی سمجھ میں ان کا کلام بے تامل

اختیار کرنی تھی۔ — جمالِ صورت اور کمالِ سیرت ان میں جمع ہیں۔ علومِ دین سے بہرہ کمال رکھتے ہیں۔ بہت سی کتابیں فراہم کی ہیں۔ بعد اشراق، مسجد نبویؐ میں منقش شباکِ حجرہ سیدۃ النساء و درس دیتے ہیں۔ اس فقیر کو ایامِ مراجعت کے قریب ان سے تعارف حاصل ہوا اور دل ان کے محاسنِ اخلاق کا مہر ہون لگا۔ —

(۷) شیخ محمد عابد ندھی — یہ برادرِ زادہ شیخ محمد حیات ندھی ہیں۔ خود دینیہ سنوہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ تمام علوم میں، خصوصاً بدیع و بیان، مردِ فن و حساب اور نجوم و استخراجِ تقویم میں بہرہ کمال رکھتے ہیں۔ اشعارِ عربی بہت یاد ہیں، زبان بھی بہت فصیح ہے۔ خود بھی شعر کہتے ہیں، ان کو مجھ فقیر سے محبت و موافقت بدرجہ اتم ہے۔ بارہا جب کبھی باہم بیٹھے ہیں انھوں نے عربی اشعار سنائے اور میں نے اشعارِ فارسی۔ پھر میں ان فارسی اشعار کا مطلب عربی زبان میں ان کو سمجھاتا تھا۔ ایک دن ایک فارسی رباعی میں نے ان کو سنائی، بہت پسند کی جس دن سے یہ دو شعر ان کی زبان سے سُنے ہیں درودِ زبان کر لیے ہیں۔ ان شعروں کو بطورِ مناجات پڑھتا ہوں اور امیدِ قبولیت رکھتا ہوں۔ —

الہی بختی من کُلِّ ضیقِ بجاہِ المصطفیٰ مولیٰ الجمیع
وہب لی فی مدینتہ شراً

(۸) سید زین العابدین — انھوں نے شرافتِ نسب کے ساتھ ساتھ فضیلتِ حب کو بھی جمع کر لیا ہے۔ علومِ دینیہ سے بہرہ اندوز ہیں۔ زبان فصیح رکھتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں۔ جس دن مسجد نبویؐ میں ان کی امامت کی نوبت آتی ہے۔ ان کی خوش الحانی سے سامعین مجوم مجوم جاتے ہیں۔ ان کا خاندان عالی ہے۔ ان کے عیب علی سید محمد بزنجدی شہرستانی تھے جو خواجہ ابو یوسف ہمدانی کی اولاد میں تھے اور ولایتِ عراق سے آکر مدینہ منورہ میں امامت گزریں ہو گئے تھے۔ وہ علم میں مرتبہ عالی رکھتے تھے۔ الاشارة فی اشراط الساعہ وغیرہ بہت سی ان کیالیفات ہیں۔ وہ ۳۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ اس وقت تک برابر ان کی ذریت میں اہل فضل و علم ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور معظم و مکرم رہے ہیں۔ سید محمد ذکر کے پسرِ نبیرہ، سید جعفر بزنجدی تھے جن کا رسالہ مولود اور رسالہ رجبیہ ہے اور رسالہ اہل بدر و اھد کو بھی ایک رسالہ میں جمع کیا ہے۔

سید جعفر بزنجی نے ۱۱۶۷ھ میں وفات پائی۔ سید زین العابدین، سید جعفر کے نواسے اور ان کے
برادرِ حقیقی کے پوتے ہیں۔ رسالہ مولود و معراج نیز اسماء اہل بدر و اُحد کو زبانِ نضیح میں نظم کیا ہے۔
سید زین العابدین نے بخاری شریف کی پہلی حدیث میرے لیے پڑھی اور اجازت روایت
بخاری دی۔ ایک دن میرے دیکھنے کو تشریف لائے۔ اور بدستِ خود، روایت
حدیث اور رسائلِ مذکورہ کا اجازت نامہ مجھے لکھا۔

(۹) سید علی۔۔۔ یہ برادرِ سید جعفر ہیں، انہوں نے بھی اسماء اہل بدر و اُحد کو نظم کیا
ہے۔ اُن کا یہ قصیدہ، عرب سے شام و روم تک شہرت پا چکا ہے۔ میں نے ان سے بھی
طلاقات کی اور منظومہ مذکورہ کو اُن کے سامنے پڑھا کر اجازت حاصل کی۔

(۱۰) ابوالسعود حنفی شوریانی۔۔۔ کتبِ علمِ دین پر عبور رکھتے ہیں۔ بین الختامین
قرابتِ صحیحِ مسلم، مسجدِ نبوی کے اندر محرابِ نبوی میں کرتے ہیں۔ اب صحیحِ مسلم تریبِ اعظم
ہے۔ فقیر بھی ان کی مجلسِ درس میں حاضر ہوا ہے اور چند جہزے ہیں۔

یہ چند (مذکورہ بالا) حضرات اہل علم ہیں جن سے فقیر کو تعارف ہوا اور
دیگر چند اکابرِ مدینہ مصاحبت و مجالست حاصل ہوئی، ان مذکورین کے علاوہ کچھ حضرات

اور بھی ہیں کہ افادہ و استفادہ میں مشغول رہتے ہیں، اُن میں ایک سید حسن مفضل ہیں جو ساداتِ
اعلیٰ سے ہیں۔ اس سے پہلے وہ مدینہ منیرہ کے سید السادہ تھے۔ شریفِ سردان
حسن عقیدت رکھتے تھے اور جب مدینہ منیرہ آتے تھے تو اُن کے گھر پر جاتے تھے اور
ان کی سفارش جس کے حق میں ہوتی تھی اس کو رد نہیں کرتے تھے۔ چند سال سے
غلبہٴ ورع و تقویٰ کی وجہ سے، عمدہ مذکورہ سے استفادے دیا ہے اور اپنے گھر میں
گوشہ گزیں ہو گئے ہیں۔ اب حرمِ نبوی میں بھی کم آتے ہیں۔ ان کا گھر شہرِ نبیہ کے کنارے
پر ہے اور اس مکان کے سامنے باغات و صحرا کا سلسلہ، قبا اور عروالی مدینہ تک چلا گیا ہے
گویا یہ تمام میدان اُن کے گھر کا صحن ہے۔ تفریح کے لیے اس سے بہتر یہاں کوئی مکان
نہ ہوگا۔ فقیر ان کی ملاقات کر گیا اور اُن کے مکارمِ اخلاق سے مستفید ہوا۔

سید ابوالہیثم امیر۔۔۔ یہ امامِ مین کے بھائیوں میں سے ہیں۔ زبانِ نضیح اور

بیانِ طبع رکھتے ہیں، علومِ دینیہ کے عالم ہیں، تواضع اور رقتِ قلب ان پر غالب ہے۔ اس سے پہلے اپنی قوم کے مطابق مذہبِ زیدیہ رکھتے تھے۔ اس کے بعد اہل سنت و جماعت کی طرف رجوع کیا۔ امامِ مین اور علیؑ کے زیدیہ سے مباحثے کیے اور ان پر اعتراضات وارد کیے اور میں سے چلے آئے۔ چند سال سے یہاں مقیم ہیں۔ مین کا امام ان کو صلوات دہرایا بھجوا رہا ہے۔ امامِ مرتضیٰ کے قریب امیر مذکور، سید احمد حمل اللیل، ابوالسعود شورانی، نیز بعض دیگر علماء اور فقیر، شیخ صالح مالکی کے ہمارے ہوئے تھے، پھر حرمِ نبویؐ میں ان سے ملاقات ہوئی، وہ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ دیر تک میں وہاں بیٹھا، رخصت ہونے کے وقت، مفارقت پر بہت تاسف و شکر کیا۔ وہ کہتے تھے کہ زیدیہ سوائے حکامِ نبویؐ کے کسی کو برا نہیں کہتے، اور ان کے فریبِ نقد اکثر خفیہ کے موافق ہیں۔ دھنوں میں پاؤں دھوتے ہیں۔ مسح بجلین جائز نہیں رکھتے۔ اور اہل سنت میں سے جو مین میں وارد ہوتا ہے اس سے حسنِ اخلاق کے ساتھ پیش آتے ہیں، علماء، اہل سنت کی تو قریب اور مشائخِ طریقت کی تعظیم کرتے ہیں۔ آخر زمانے میں ظہورِ ہدی کے قائل ہیں۔ ان کے ائمہ، ساجد ب شافعی اور حنفی ہیں۔

سید مصطفیٰ علی حنفی قادری — عالمِ علومِ دینیہ ہیں اور سلکِ صوفیہ رکھتے ہیں۔ چند سال سے مجاورِ مدینہ منورہ ہیں۔ ان کو مجھ سے بہت کچھ محبت ہو گئی ہے۔ ایک دن میں ان سے اس مبارک مقام کی مفارقت پر اظہارِ تاسف کر رہا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ غم نہ کرو حتیٰ الامکان اپنے دل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق رکھو۔ حقیقتِ محمدیؐ تمام کائنات میں جلوہ گر ہے۔ دل کو متوجہ حضرتِ نبویؐ کر کے جہاں رہو گے ان کے نزدیک رہو گے گو نظاہر دور ہو۔ اس لیے کہ اعتبارِ قربِ معنوی کا ہوتا ہے۔ ظاہری دوری قربِ معنوی کے ہوتے ہوئے کچھ نقصان نہیں پہنچاتی۔ کچھ کے دن میری مشائخیت کے لیے بہت دور تک بیرونِ مدینہ آئے اور مجھے رخصت کیا۔

اہلِ مدینہ باوجودیکہ معاشِ قلیل رکھتے ہیں۔ لیکن کھانے اہلِ مدینہ کی چیزِ خصوصیات اپنے میں بہت تکلفات برتتے ہیں اور کسی نے قلتِ معاش کی شکایت یا اظہارِ فقر و تنگدستی نہیں کرتے۔ یہ دعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اثرات ہیں کہ

ہاں مدینہ کے حق میں برکت کے لیے فرمائی تھی۔ یہاں کے تمام ساکنین، حسنِ اخلاق، محاسنِ شمیم اور
 کشادہ جبینی کے ساتھ موصوف ہیں۔ کیوں نہ ہوں آخر صاحبِ خلقِ عظیم کی ہمسائیگی کا ثمرت رکھتے ہیں۔
 کثیر القواد، ترکِ اسلامبول (قسطنطنیہ) اور اقصائے روم سے آکر مجاورتِ مدینہ منورہ
 ہاجرین اختیار کیے ہوئے ہیں اور وہ بفرارِ قلب، خوش حالی کے ساتھ طاعت و عبادت
 میں بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح عرب، سندھ اور دیگر مقامات کے لوگ بھی بڑی تعداد میں یہاں مقیم
 ہیں۔۔۔۔۔ ایرانیوں میں سے کوئی مدینہ منورہ میں نہیں پایا گیا۔ بعض ایرانی موبہجج میں آتے
 ہیں اور اس راہ سے بھی گزرتے ہیں لیکن ہمراہ قافلہ بلا توقف چلے جاتے ہیں۔ ان ایرانیوں
 میں سے کسی کو توفیق نہیں ہوئی کہ مجاورتِ مدینہ منورہ اختیار کرے۔

پسند قابلِ ذکر | اہل ہند کی ایک جماعت ہے جس نے علیہ شوق کی بنا پر پار و دیار کو ترک کر دیا
 ہے یا وہ لوگ ہجومِ مصائب سے تنگ آکر وطن سے نکل آئے ہیں اور اس
 ہندوستانی ہاجرہ اتانے پر پناہ گزیں ہو گئے ہیں، ہمیں سکونت اختیار کرنی ہے اور ان تمام
 آفاتِ دہلیات سے جو ہندوستان میں پئے درپئے آرہی ہیں۔ مامون ہو گئے ہیں۔ ان میں
 سے جس کسی کو دسترس تھی اس نے وجہ معیشت ہم پونچالی یا کسی صنعت میں مشغول ہو گیا ورنہ تو کلی پر
 زندگی بسر کرتا ہے۔ ان ہندوستانی ہاجرین مدینہ میں سے مردمِ دیدہ مردعی، سیدِ حنیف بھی ہیں
 ان کے والد جو ساداتِ اذبکیہ میں سے تھے، دہلی میں قمر الدین خاں کے رفیق تھے۔ عبدالملک
 میں گڑبڑی واقع ہو جانے کے بعد، اپنے تمام خاندان اور اہل و عیال کو لے کر دہلی سے مدینہ منورہ
 آگئے اور یہاں سکونت اختیار کر لی نیزہ وظیفہ بھی جس کو اس شہر کی اصطلاح میں "سحارم" کہتے
 ہیں۔ معتدبہ مقدار میں ہم پونچالیہا۔ اپنے اوقات یہاں فراغت کے ساتھ گزارتے ہیں۔
 ان کی ذاتِ عالی، مکابہمِ اخلاق اور حسنِ اشفاق میں نعمتاتِ آفاق سے ہے۔ ان کے
 والد مرحوم کے فقیر کے والد منورہ سے تعلقات تھے۔ وہ تعلقات، رید حنیف نے یاد دلانے
 اس وجہ سے رابطہ نودتِ قدیم، محکم و مستحکم ہوا۔ ان کو فارسی اور اردو کے اشعار خوب یاد ہیں
 ایک دن التزامِ مجاورتِ مدینہ کے بارے میں اردو کا یہ شعر پڑھا۔

کوئی نکلا نہیں جنت میں آکر میں نکلیں کس طرح اس کی گلی سے ؟

سید برالدین، داماد سید حنیف مذکور۔ تحصیل علوم کر رہے ہیں۔ اور شیخ عثمان سے کتب حدیث و فقہ پڑھتے ہیں۔

یہ محمد حیات دہلوی حنبلی قادری۔ ان کے بزرگ دہلی میں منصب دار شاہی ہوئے ہیں۔ یہ انقلاب حکومت مغلیہ کی وجہ سے دہلی سے نکلے اور حرمین، نجف، کربلا اور بغداد کی زیارت کے بعد پھر دہلی چلے گئے۔ اب چند سال سے مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہو گئے ہیں۔ مذاہب اربعہ کی فقہ کا ایک رسالہ فارسی زبان میں لکھا۔ اس کے بعد بعض اہل مدینہ کی فرمائش پر اس کو عربی میں منتقل کیا۔ ان کے فضائل ذاتی و صفاتی بہت کچھ ہیں۔ ان کو مجھ سے خاص محبت و مودت ہے یہ دہلی میں مشائخ قادریہ میں سے ایک شیخ کے مرید تھے پھر اس کے بعد یہ مسافر قادری نے مکہ معظمہ میں ان کو خلافت و اجازت دی۔ سید مسافر، فرزند ان شیخ عبدالقادر حیلانی میں تھے۔ ان کی قبر مکہ معظمہ میں ہے اُس راتے پر جو تنعم کو جا رہا ہے۔ اس فقیر نے ان کا نسب نامہ اور اجازت نامہ دیکھا ہے، تین چار پشت کے بعد سیدی و شیخی محمد غوث قادری (لاہوری) کے نسب نامہ کے مطابق ہو جاتا ہے۔

(مولانا) محمد صدیق ساکن بڑودہ۔ بڑودہ گجرات میں ایک شہر ہے۔ یہ متقی عالم ہیں۔ چند سال سے یہاں کے ساکن ہیں اور عبادت و کتب علوم میں مشغول ہیں۔ محمد بن علیش ساکن طرابلس۔ پانچ سال سے یہاں مقیم ہیں، اکثر ایک طرابلسی ہماجرہ اوقات مسجد نبویؐ میں درود شریف اور دیگر ادراد پڑھتے رہتے ہیں اور سوائے حاجت ضروری کے حرم سے باہر نہیں نکلتے۔ مجھ کو ان سے بہت موانت تھی۔ میں ان سے اہل مغرب کے عملیات کا استفسار اور اس کی تعلیم کا التماس کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ”در حقیقت سرزمین مغرب میں عملیات دلے بہت سے ہیں اور میری ایک عامل سے ملاقات بھی ہوئی تھی اور اُس نے چاہا تھا کہ مجھے عمل سکھائے لیکن چونکہ اس عمل کی غایت، منافع دنیا کا، تخیر اہل دنیا اور مکر و حیلہ تھا اس لیے مجھے اس طرف توجہ نہ ہوئی“۔ فقیر نے اہل مغرب کے عملیات کی عجیب عجیب حکایتیں سنی ہیں۔

علم حدیث کے طالبین کے لیے ایک ضروری نصیحت | ایک دن میں شیخ محمد صالح الکی

کی مجلس درس میں بیٹھا ہوا تھا۔ الغیہ عراقی کا جو کہ اصولِ حدیث میں ہے وہ درس سے رہے تھے۔
بابِ آداب طالبِ حدیث پڑھ رہے تھے اس میں مذکور تھا کہ.....

..... آداب طالبِ علمِ حدیث میں سے بڑا ادب یہ ہے کہ اس کی نیت طلبِ حدیث میں عمل کی ہو۔ شہرت و جہاد مقصود نہ ہو اور اُسے چاہیے کہ جو حدیث پڑھے اس پر عمل کرے۔
شیخ موصوف نے بیان کیا کہ بزرگانِ سلف میں سے ایک نے ایک عالم سے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے اربابِ اموال کو مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا ہے اے علماء! تمہاری زکوٰۃ یہ ہے کہ کم از کم چالیس حدیثوں میں سے ایک حدیث پر عمل کر لیا کرو۔

شیخ محمد صالح مالکی سے میں نے دریافت کیا کہ نماز میں ارسالِ بدینِ امامِ مالک کا مسلک نہیں ہے
میں ہاتھ بھونچتا ہوں جو آپ حضرات سے معمول ہے کیا اس کی سند حدیث میں وارد ہے۔ انہوں نے کہا

کہ کسی حدیث میں ارسال نہیں آیا۔ امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے کہ نماز میں اعتماد (ہاتھ باندھنا) ہے۔ لیکن قاسم تلمیذ مالک نے امام مالک سے کچھ سوالات کیے تھے اور امام کے جوابوں کو ایک کتاب میں جمع کیا، مدونہ اس کتاب کا نام رکھا، اس کتاب میں امام مالک سے ارسال کی روایت کی ہے، مالکیہ کا عمل اسی روایت پر ہے۔ حدیث میں سوائے اعتماد کے اور کچھ نہیں ہے۔ میں نے یہ حدیث معنی مکہ اور شیخ محمد علیش سے بھی اس مسئلے کو دریافت کیا تھا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

چار مہینے میں دن کی اقامت کے بعد بحسب ارادہ علیم و حکیم یہاں سے دیارِ مدینہ کو الوداع جانا پڑا۔ بروز دوشنبہ ۲۸ رجب کو مسجدِ نبوی میں مصلیٰ نبوی کے اندر احرامِ عمرہ باندھ کر اور دربارِ خدا میں تضرع و زاری کر کے استدعا کے معادرت و مجادرت کی اولیٰ دیارِ حبیبِ خدا کو الوداع کہہ کر مکہ معظمہ روانہ ہو گیا ہے۔

ضرورت و گرفت و گرنہ حوائجِ حادہ
کہ ترکِ صحبتِ جانا نہ اختیار ہوا
۲۹ رجب کو قافلہ قریش میں اترا، بعد زوالِ شمس وہاں سے کوچ ہوا اور آخر شب

میں دادی رومہ میں متصل مسجد شرف الروما آتے۔ چار شنبہ کو مسجد مذکورہ میں نماز ظہر و عصر جمع آہتریم کے ساتھ پڑھ کر کوچ کیا۔ رات کو دادی خیف سے گزرے اور پنجشنبہ کی صبح کو بنارس تکیم شعبان صفر میں درود ہوا۔ دن کے آخری حصے میں یہاں سے روانگی ہوئی۔

جمعہ کی صبح کو بدر پہنچے اور شہدار کی زیارت سے اور مساجد مستبرکہ کی زیارت سے بدر | مشرف ہوئے۔ اس دادی میں جس میں ملائکہ آتے ہیں اور جو محل نصرت و عزت ہیں اور مقام فتح مبین تھی۔ جہاں کفار و مشرکین ہلاک و تباہ ہوئے ہیں۔ انوار فیض چکے ہیں۔ اس قسم کے مقامات کو دیکھ کر اور گزرتے احوال و واقعات کا استحضار ہو کر باطن کو زور سرد ہوتا ہے۔ بدر میں آج کل جس جگہ کی زیارت کرتے ہیں وہ مسجد جمعہ ہے۔

یہ مسجد اندرون آبادی بدر ہے۔ اس کو مسجد غامہ بھی کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ نزول ملائکہ یہیں ہوا تھا۔ بیرون بدر کنارہ دادی پر ایک چھوٹے سے احاطے میں قبور شہدار ہیں، اس کے متصل ایک قبہ ہے۔ یہ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر روز جنگ بدر اس جگہ تشریف فرما تھے وہاں ایک پتھر ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تکیہ لگایا تھا۔ اس قبے کے پہلو میں بالائے کو بچہ ایک مسجد ہے اس کو مسجد بیانا علی مرقضی کہتے ہیں۔

بدر ایک بڑا قریب ہے، اس کا بازار بھی معمور ہے۔ اس میں ایک نہر ہے جس کا منبع معلوم نہیں اور مثل نہر خیف و صفر، سر پوشیدہ ہے، بیرون و اندرون شہر بدر کہیں کہیں وہ نہر کھلی ہوئی ہے۔ کچھ روں کو اس سے پانی دیتے ہیں۔

اہل بدر سب اہل سنت و جماعت ہیں، بخلاف خیف و صفر کے باشندوں کے کہ وہ مثل اہل یمن، زیدیہ ہیں۔ جمعہ کے دن یہاں قیام ہوا اور نماز مسجد غامہ میں پڑھی۔

شنبہ کو دن کے آخری حصے میں کوچ ہوا۔ شام کے قریب حد کو پہنچا | آگے کی منزلیں سے نکل کر ریگستان کی زمین ہموار ملنے آئی جس کے بائیں طرف پہاڑوں کا راستہ ہے اور دائیں طرف تین چار کوس کے فاصلے پر سمندر ہے۔

صبح یکشنبہ کو ایک پہاڑ کے محاذ میں اترنا ہوا۔ دو شنبہ کو مستورہ میں پہنچے اور اس جگہ راہ بدر راہ صفر سے منقطع ہو گئی ہے۔ سب روز شنبہ کو رابع پہنچے۔ صبح جمعہ

۱۲ شعبان بندرگاہِ جدہ اُترے وہاں دو دن ٹھہر کر یکشنبہ کو بعد نمازِ ظہر مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہو گئے۔
دوشنبہ کو جدہ میں گزارا اور وہاں سے آخر روز میں سوار ہو کر ریشنبہ کے دن بتاریخ

۱۳ شعبان بوقتِ سحر، حرمِ محترم میں حاضر ہوئے۔ طوافِ دُستی سے فراغت حاصل کی۔

۱۴ شعبان کو بعد نمازِ عصر، حرم کے شمالی ایوان میں منبر بچھایا گیا، قاضی
مفتیانِ مذاہبِ اربعہ اور دیگر اکابر و اصحابِ جمع ہوئے۔ خطیبِ بالائے
منبر آیا اور بیچہ کہ خطبہ طویل پڑھا جو شبِ بارات کی فضیلت پر مشتمل تھا۔

شبِ بارات کی
فضیلت پر خطبہ

جب سلطانِ روم اور شریفِ مکہ کے نام پر خطیب ہو نجا۔ دو خلعت اس کو پہنائے گئے۔ بعد
فراغتِ خطبہ سب بیتِ اشرک کے دروازے کے سامنے آگئے۔ شیبی نے دروازہ کھول
دیا اور تمام حاضرین نے رب الارباب کی درگاہ میں دعا کی۔

۱۵ شعبان کو۔ پنجشنبہ کے دن بعد نمازِ فجر مفتی عبدالملک حنفی دیگر حضرات
شکرِ اسلام کی فتح و
حضرت کے لیے دعا کے ساتھ زمزم شریف کے متصل، مقابل بیتِ اشرک، حاضر ہوئے شیبی
نے در کعبہ کھول دیا۔ کاتبِ سلطان نے۔ فرمانِ سلطان جو بھی

آیا ہے۔ یاد از لب نہ پڑھا۔ یہ احترامِ مجمع میں تھا۔ فرمانِ طویل المذیل تھا۔ تمام
شرفینِ مکہ و وزیرِ جدہ و قاضیان و مفتیانِ مذاہبِ اربعہ۔ شریفِ مکہ کے لیے بہت سے
القابِ تعظیم و احترام اس میں تھے۔ مضمونِ فرمان یہ تھا کہ نصاریٰ بنی الاصفہ کے دو قبیلوں

نے بلادِ اسلام پر زور باندھ لیا ہے اور نذیرِ دمرِ مسلمین کی ایک جماعت کثیر کو قید کر لیا ہے۔
غرض کہ ان کفار نے قدمِ ہمت اُگے بڑھایا ہے، اسی وجہ سے ہمارے دل پر تشویشِ عظیم
فالب ہے اور ہماری توجہ، دفعِ کفار اور نصرتِ اسلام کی جانب مبذول ہے۔ ہم نے
وزیرِ اعظم کو فوج کے ہمراہ دشمنوں کے مقابلے کے لیے بھیج دیا ہے۔ حضرت حق علیٰ محمد کی

جناب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور بیتِ اشرک شریف کا توسل کر کے دعا کرتا ہوں کہ
وہ کفار کو محذول و مقہور اور اولیاءِ سلطنتِ اسلام کو منظر و مضور کرے۔ قاضیان
مفتیانِ تمام اصحابِ اکابر کے ساتھ دروازہ بیتِ اشرک کھول کر رکنِ زمزم، مقام
ابہیم اور تمام مقاماتِ قبولیت کے پاس جا کر شکرِ اسلام کے لیے دعا کریں۔ فرمان

پڑھے جانے کے بعد سب جمع نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ صبح بخاری کو لایا گیا۔ مفتی عبدالملک نے پارہائے بخاری کو بعض حاضرین پر تقسیم کیا۔ چند روز میں بخاری ختم ہوئی۔ چند دن یہ احقر بھی تلاوت بخاری میں شریک رہا۔

۲۰ شعبان۔ بعد نماز عصر، بقصد زیارت سید عبداللہ ابن عباس طائف | یعنی اللہ عنہما پھر پر سوار ہو کر جبل کرا کے راستے سے طائف روانہ ہوا۔ کرا ایک پہاڑ ہے جو چند میل ارتفاع رکھتا ہے۔ اس میں چٹھے جاری ہیں۔ پھر اور دراز گوش کی سواری سے اس راستے سے دو روز میں مکہ سے طائف پہنچتے ہیں۔ پہلے یہ پہاڑ طے کرنا بہت مشکل تھا۔ ایک مصری تاجر میں جو سابق میں مکہ میں کوٹے کی تجارت کرتے تھے اب اللہ تعالیٰ نے ان کو دعوت نئے دی ہے۔ اس وقت کوئی سوداگر مالیت میں ان کے برابر نہیں ہے۔ انھوں نے دامن کوہ سے چوٹی تک ایک وسیع راستہ بنوایا ہے اور زینے تیار کر دیئے تاکہ پیدل سواری سے آسانی وہاں سے گزریں۔ چند جگہ برسر راہ چھت دار مکانات بھی بنوادیئے تاکہ

گزارش آئے تو مسافران مکانات میں پناہ پکڑ سکے۔ اس عمل خیر میں اس تاجر نے بڑا دیر صرف کیا۔ اب یہ کام اختتام کو پہنچ گیا ہے کچھ اصلاح کا کام باقی ہے۔

راہ جبل کرا کے علاوہ ایک اور راستہ ہے کہ قافلہ لشکر اس راہ سے چار دن میں آرام طائف پہنچتا ہے۔ تین منزلیں کر کے وقت چاشت طائف پہنچتا، مزار سیدنا عبداللہ ابن عباس اور دیگر مشاہد و مزارات کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہ مسجد جس میں قبر ابن عباس ہے، ساجد تبرک میں ہے اس لیے کہ ایام محاصرہ طائف میں خمسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ تھا جہاں اب مسجد ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ہجرت سے پندرہ روزین عارثہ کے ہمراہ، ثقیف کو دعوت اسلام دینے طائف تشریف لے گئے تھے۔ طائف بہشتائے دنیا میں سے ایک بہشت ہے۔ اس کی ہوا بہت سرد ہے۔ رات بے رضائی کے بسر نہیں کی جاسکتی۔ کثرت سیوہ و فواکہ۔ محتاج بیان نہیں ہے۔ بہت سے چٹھے یہاں جاری ہیں۔ گندم و جو سال میں دو بار کاٹتے ہیں۔ طائف سے جس قدر بوٹے نجد آگے بڑھتے ہیں۔ خشکی ہوا اور دودھ سیوہ

بڑھتا جاتا ہے، اغیار مکہ موسم گرما میں طائف آتے ہیں اور تماشائے سباتین و باغات کرتے ہیں۔
 شرف طائف ایک بڑا شہر ہے مگر اس کی آبادی اور بازار متفرق ہیں۔ آبادی قدیم جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے۔ بعد غزوہ حنین محاصرہ فرمایا تھا، مشہد ابن عباسؓ کے جوب میں ہے۔ اب وہ حصہ
 کھنڈر ہے، صحن عمارتوں کی بنیادیں باقی رہ گئی ہیں۔ بروز شنبہ طائف سے ہو کر مسجد میقات
 قرن کے پاس احرام باندھا اور دو شنبہ کو نماز صبح مسجد حرام میں عبا کر پڑھ لی اور طواف عمرہ
 ادا کیا۔

مکہ معظمہ کا رمضان | جمعہ کے دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوئی۔ اس مہینے میں تمام حرم کے
 اندر ہجوم رہتا ہے۔ ایک بڑی جماعت اول شب میں نماز تراویح میں
 شمول ہو جاتی ہے۔ اور ایک جم غفیر تنعم عبا ہے اور وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کرتا ہے۔
 اکثر حاضرین قرین عثمانی امام کے ساتھ پڑھ کر جماعت کے متفرقہ کی شکل میں عبادت تراویح
 پڑھتے ہیں۔ امان ہر چہ از مذہب اپنے اپنے مصلوٰں پر ختم قرآن کرتے ہیں۔ لوگ بہت سے فانوس صحن
 حرم میں روشن کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو دیکھا گیا کہ بعد ہر ترستے کے طواف کر کے دو گانہ طواف ادا
 کرتے ہیں، بعض شافعیہ علاوہ تراویح کے آخر شب یہ سولہ رعتیں جماعت سے پڑھتے ہیں، الغرض
 ایسا عجیب ذکر و تکبیر نیز تسبیح و تلاوت اور ذوق و علاوت کا نقشہ ہوتا ہے کہ اس کو بیان نہیں
 کیا جاسکتا۔ اہل مکہ، بعد فراغت تراویح اپنے گھروں کو جاتے ہیں اور سو جاتے ہیں۔
 بازار مکہ تا وقت سحر کھلا رہتا ہے قندیلیں روشن رہتی ہیں۔ کھانے کی چیزیں اور میوے رکھے
 ہوئے ہوتے ہیں خصوصاً عید میں رونق بازار اور کثرت خرید و فردخت کی عجب کیفیت
 ہوتی ہے۔

عید کے دن شریف مکہ غالب برادر شریف سرور نے تمام غلاموں کو
 مکہ معظمہ میں یوم العید | جو پانچویں یا دہ میں خلعت پہنائی اور ایوان مقابل کن یانی میں کہ دارالسادہ
 اسی طرف ہے۔ نماز عید کو آیا۔ ہجوم اہل مکہ کی وجہ سے صحن میں سے ہر ایک لیا سہلے رنگا
 رنگ پہنے ہوئے تھا۔ صحن مسجد حرام ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ موسم بہار میں پرنفاباغ۔
 عید کے چار روز بعد تک اظہار نشاط و سرور کرنا اور لباس فاخر کا زیب تن کرنا اہل مکہ کا معمول

ہے۔ ان ایام میں جمع سوار و پیادہ عسکر نیز بدو، دن کے آخری حصے میں دارالسادہ کے دروازے پر حاضر ہوتے ہیں اور میدان جلو خانہ میں گھوڑے دوڑاتے ہیں، نیزہ بازی کرتے ہیں اور جو کچھ گدھوں کو کرایہ پہلے کہ دوڑاتے ہیں شریف خود باہر نکلتا ہے اور گھوڑا دوڑاتا ہے۔ کبھی معالیٰ میں جا کر اس میدان میں محبت و معبودیہ تک گھوڑے دوڑاتا ہے۔ خاندان شریف کا یہ دستور جو کہ غلاموں اور متوسلوں کو عید کے دن خلعتاں ڈگانگ عنایت کرتے ہیں۔ اور جس کسی کو کوئی عہدہ دیتے ہیں تو اس کی خلعت ایام حج تک موقوف رکھتے ہیں مناسبت اس کی خلعت ملتی ہے۔۔۔

شریف مکہ کی شریف مکہ کم و بیش پانچ ہزار غلام و لشکر رکھتا ہے۔ سب ان کے چار پانچ سو سوار ہیں باقی پیادہ ہیں۔ وقت ضرورت جن قدر چاہتا ہے وہی چند خصوصیات جمع کر لیتا ہے۔ تمام ملک میں جو تبصرات شریف مکہ ہے۔ مالگزاروں ادا کرنے کا کوئی دستور نہیں، اس لیے کہ تمام ملک کو ہتان درگتیاں ہے۔ جہاں آبادی ہے وہاں، نیز وادیوں میں کچھ زراعت اور کھجور کے باغات ہیں۔ ان کی بڑی دولت مویشی ہیں شرفائے سابق سالانہ خیل مویشی کا عشر رعایا سے لیتے تھے۔ مدت سے یہ سب شرفائے حکام زمانہ یہ عمل موقوف ہو گیا تھا۔ شریف سردرنے سعی طبع کر کے اور مبلغ کثیر صرف کر کے سرکشوں کی گوشالی کی دوران کو طبع کیا۔ نیز دستور قدیم کو جاری کیا۔ شریف مکہ کی کل آمدنی نصف محصول خجور نیز پورا محصول نیوے و کنفہا ہے۔ علاوہ ان ایام حج کی آمدنی اور جو کچھ سلطان روم کی جانب سے آتا ہے اور وہ صدقات جو لوگ اطراف بھجنتے ہیں ان میں بھی شریف کا جو حصہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے۔ بعض باغات اور آرائشی مزدعہ، طائف میں اور دیگر وادیوں میں ہیں جن کو شرفائے حال و سابق نے خریدنا ہے۔ ان آرائشی سے تمام اولاد اپنا اپنا حصہ یہ سب میراث لیتی ہے۔ جب کوئی شریف انتقال کرتا ہے اور اس کا بیٹا اس کی جگہ بیٹھا ہے تو وہ اپنے باپ کے مال کو بھائیوں پر تقسیم کرتا ہے۔ اور اگر لڑکے کے علاوہ کوئی اور شریف بنے تو تمام مال خاصہ متوفی۔ ناطق و صامت وادوں کے لیے چھوڑتا ہے۔ شریف اس میں سے کچھ نہیں لیتا۔ ان قیمت سے لے سکتا ہے ان دنوں کہ شریف سردی کا انتقال ہو گیا اور ان کا بھائی غالب شریف ہوا۔ اس نے پانچو غلام اور قریب چار سو گھوڑے

اور دیگر ایسا بے ختم عبادتوں سرور سے تعظیم خریدے ہیں۔ اور غراب سے یہ بھی ہے کہ اکثر شرف
 نکاح نہیں کرتے کینز ان جیشیہ سے ان کو سرور کار ہوتا ہے۔ چند پشتوں سے ان کی ماؤں جیشیہ ہی ہیں
 اسی وجہ سے شرفائے حال بزرگ عشیاں۔ سیاہ نام ہیں۔ شرفائے بنی زید کی لڑکیاں عدم کفو کی بنا پر
 کسی نے نکاح نہیں کرتیں۔ تمام عمر بے شوہر رہتی ہیں۔ شرفاء مکہ کے بچے بدوی علاقوں
 میں پرورش پاتے ہیں اور اس جگہ رہ کر زبان بدوی جو کہ اصل عربی بغیر تخریف کے ہے۔ اور
 سپ و شتر اور خچر و خرکی سواری سیکھتے ہیں۔ جب قریب پہلے پہلے ہو جاتے ہیں تو ان کو مکہ میں
 لے آتے ہیں۔

معاملات بیع و شریا حرمین اور قلع حرمین یعنی حبرہ وغیرہ میں قروش سے
حرمین کے سکے ہے اور یہ ایسا نقد ہے کہ اب خارج میں اپنا وجود نہیں رکھتا اس کی
 مقدار سکے میں تیس دیوانی ہے اور مدینہ میں بیس دیوانی۔ اور چاندی کے نقد مردوجہ
 میں سے ایک ریال ہے جس کا وزن قریب ڈھائی روپے کے ہے۔ یہ مکہ میں پونے چار
 قروش ہے کہ ایک سو بیس دیوانی ہے اور مدینہ میں ساڑھے چھ قروش کہ ایک سو بیس دیوانی ہے
 ریال کا آدھا اور چوتھائی بھی ہے۔ قریب ایک اور سکہ ہے جو مکہ میں ساڑھے سترہ
 دیوانی کو آتا ہے اور مدینہ میں بیس دیوانی کو جو کہ ایک قروش ہے۔ مدینہ منورہ میں قطعہ ہلے سیمیں اور
 بھی ہیں، بقدر پچاس دیوانی اور اس کا نصف و بیس اور پانچ دیوانی اور ڈھائی دیوانی۔ یہ
 سب سکے بنام سلطان روم ڈھلے ہوئے ہیں۔ اور یہ مدینہ کے علاوہ کہیں رائج نہیں۔
 دیوانی سیم مغشوش (کھوٹی چاندی) سے بنتی ہے۔ آتش بھی سیم مغشوش سے بنتا ہے، یہ دیوانی
 سے چھوٹا سکہ ہے۔ دیوانی کو کبیر اور آتش کو صغیر کہتے ہیں۔ چار کبیر برابر پانچ صغیر کے ہوتے
 ہیں۔ سونے کے سکوں کی بھی چند قسمیں ہیں۔ ایک شخص۔ جو کہ مکہ میں آٹھ قروش کا اور مدینہ
 میں تیرہ قروش کا ہوتا ہے۔ دوسرا محبوب۔ جو ضرور بنام سلطان ہوتا ہے۔ اور
 سکہ اسلامبول (قسطنطینیہ) کا ڈھلا ہوا ہے تو پانچ قروش میں اوداگر مصر کا ہے تو چار قروش
 میں چلتا ہے۔ محبوب کے دونوں قسموں کا آدھا ہے۔
 تیسرا قیدی ہے بقدر نیم ریال۔ شخص میں تصویر اور انگریزی حروف نقش

ہوتے ہیں۔ اور اس کا رواج بلاد اسلام کے اندر فرنگ و لغاری سے سلسلہ معامت شدت اختلاف کی وجہ سے ہو گیا ہے، باشندگان روم ہی سکے (مثنوی) سلطان کو جزیے میں دیتے ہیں۔ ریال مغربی وزن میں برابر ریال فرنگی کے ہے۔ اور اسمعیلی مغربی طلائی۔ مکہ کے سادے تین فردش کے بقدر ہے۔ یہ تمام اقسام نقود راج الوقت میں۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں زمانہ نبوت کے باشندگان قدیم کی عام باشندگان حرمین | اولاد سے کوئی نہیں رہا۔ مگر مکہ میں شیبی، صاحب بنجاح کعبہ کہ اس خاندان نے مکہ سے کسی وقت ہجرت نہیں کی اور کوئی نہ کوئی ان میں سے اس جگہ مقیم رہا ہے۔ اور مدینہ میں انصاری ہیں کہ ان کے گھر بیرون دیوار شہر مناخہ میں متصل مصلائے عید ہیں فقیر کو ان لوگوں سے تعارف حاصل ہے۔ باقی ان دونوں جگہوں کے ساکنین ان لوگوں کی اولاد میں جو زمانہ سابق و حال میں بلاد عرب و عجم سے مل کر یہاں توطن گزیں ہو گئے ہیں اسی وجہ سے نسب یہاں کا مستبر نہ رہا، مگر قبیلہ شریف و دیگر سادات حرمین کا نسب محفوظ ہے

دوسرے ملکوں کے مقابلے میں مردم ہندو سندھ یہاں زیادہ ہیں اسی وجہ سے زبان دمان اردو بہت سے ہیں اور فارسی بولنے والے نادر ہیں۔ اکثر مکہ و جدہ کے دوکاندار احمد آباد اور مین کے بوہرے ہیں اور وہ ہر ذریعہ کی تجارت کرتے ہیں۔

اختلاف کی وجہ سے زبان عربی | اسی اختلاف کی وجہ سے زبان عربی اصلی نہیں رہی اور اس میں عجیب تحریف ہو گئی ہے کہ بالکل قواعد نحو و صرفت سے مناسبت نہیں رکھتی۔ ضرورت ہے کہ ایک دوسرا ایسا ہو یہ پیدا ہوتا

کہ وہ سب محاورہ حال، قواعد نحو و صرفت کا استخراج کرے۔

ایک دن میں مفتی عبدالملک کے یہاں بیٹھا تھا۔ اُن کا غلام میرے واسطے تھوہ لایا انہوں نے اس سے کچھ کلام کیا۔ میں نے کہا کہ مولانا آپ نے یہ لفظ کس طرح استعمال کیا، انہوں نے کہا کہ اگرچہ بوجیب قواعد عربیہ غیر صحیح ہے لیکن عرفت میں یوں ہی استعمال ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کو تو اس طرح تکلم کرنا زیبائیں۔ انہوں نے تبسم کیا اور کہا کہ اگر ان لوگوں سے ان کے محاورے میں گفتگو نہ کروں تو بات سمجھیں گے نہیں۔ اگر کوئی شعر ہو یا کتابی عبارت ہو تو ہم اصلی

زبان میں گنگو کریں گے۔

اعراب (دہیات کے باشندے) جو ان دونوں بلوں سے خارج میں ساکن ہیں ان کے بہت سے قبائل کاتب محفوظ اور زبان اختلاط سے سالم ہے۔

جو کچھ ابو خیر قبائل عرب میں تاہنوز جاری ہیں ان میں اصلاحی نہیں کرتے
قبائل عرب حتی الامکان اکرام ہمان اور اس کی دلداری میں کوتاہی نہیں کرتے اکثر

غریب و مساکین ہند جو جہاز اتر کر قبائل میں ہو کر براہ حجاز مکہ منقطع جاتے ہیں یا مکہ منقطع سے مدینہ منورہ آتے ہیں سب راہ کے بدوی ان کی ہر قسم کی غمخواری کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان اعراب کی حکایات زبانوں پر مذکور اور کتابوں میں مسطور ہیں۔ دوسرے یہ کہ زکوٰۃ موسیٰ جبکہ بھی زد سے حساب ان پر واجب ہوتی ہے خوشی و رغبت سے عال زکوٰۃ کو پہنچاتے ہیں۔ ان کو یقین ہوتا ہے کہ اگر ادائے زکوٰۃ میں کوتاہی کریں گے تو ان کا مال تلف ہو جائے گا۔ فسق و فساد

ان اعراب میں بہت کم ہے۔ لیکن نماز روزے کی پابندی جتنی چاہیے وہ نہیں ہے۔ قریب جبل رحمت ایک گاؤں ہے، اس کے تمام رہنے والے صحیح النسب قریش ہیں۔ میں جس دن سیدنا میمونہؓ کے مزار کی زیارت کے لیے سرت کو جا رہا تھا میں نے ایک اونٹ کرائے پر لیا، شربان ایک نوجوان تھا قریشی نسل کا اسی گاؤں کا۔ جب نمازوں کے چند وقت گذر گئے اور اُس نے نماز نہیں پڑھی تو میں نے اُس سے کہا کہ تم نماز کا فرض کیوں نہیں ادا کرتے اُس نے جواب دیا کہ میں نماز نہیں پڑھا کرتا۔ میں نے تعجب کیا تو اُس نے کہا کہ میں نے کبھی بھی نماز نہیں پڑھی۔ میں نے کہا کہ تم فرضیت نماز کا اعتقاد نہیں رکھتے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں فرضیت نماز کا تو اعتقاد رکھتا ہوں مگر ہماری یوں ہی مغفرت ہو جائے گی۔

لیکن صفراء بدر اور دیگر بڑے بڑے قریوں میں مساجد ہیں اور وہاں کے رہنے والے کلاً یا بعضاً التزام نماز کرتے ہیں اور بچوں کو فقہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ جو بدوی راج کے لیے آتے ہیں ان سے عجیب و غریب حرکات نمود میں آتی ہیں۔ ان کے ذن و مرد بیت اللہ کے گردا گرد اور حجر ابوہریرہ پر اتنا ہجوم کرتے ہیں کہ ایک پر دوسرا گرا پڑتا ہے۔ ان کی موجودگی میں اور لوگ استقبال حجر نہیں کر سکتے اور طوائف سے بھی رک جاتے ہیں۔ بار بار دیکھا گیا کہ امام سے آگے

بدی کھڑے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ — دینہ سنو میں بھی ان کی اسی قسم کا معنی ہو گا
دیکھیں۔

مراجعت ہندوستان | خواہ سوال میں مراجعت ہندوستان کا زمانہ آگیا اور نے وہاں
کا زمانہ قریب آگیا۔ اس نے قصد کوچ کیا۔ اس صنعت کو مدینہ میں آتے ہی اس قدر
اس موطن جان و دل سے ہو گئی کہ نام مراجعت سے دل نفرت

کرتا تھا۔ اس جوہر تقدیر کے باشندے جو کہ جذبِ قلوب میں حکمِ مقناطیس رکھتے ہیں۔ اس قدر
محبت اور حسنِ اخلاق سے پیش آتے تھے کہ یاد دیا فراموش ہو گئے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

راعیب فیہم سوی النزلی بھم لیسو عن لاهل والادطان والحم

یعنی ان میں اس کے علاوہ کوئی حب نہیں کہ ان کے یہاں اترنے والا نہان اپنے اہل و عیال

اور وطن کی یاد دل سے دور کر دیتا ہے۔ — اور یہ دراصل بڑی خوبی کی بات ہے

کچھ عرصہ دل متردد رہا کہ اس سال وطن جاؤں اور وہاں جا کر دوستوں اور عزیزوں کو خیر باد کہہ کر
یہاں جاؤں۔ اور آٹھ ماہ بعد عالمِ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہاں کے ساکنین کی صفت میں مجاہد

اختیار کروں۔ یا ایک سال اور حرمین میں اقامت کروں اور حج کر کے بقیہ سال مدینہ میں چوں
سال آئندہ میں وطن جاؤں۔ ان دو شعبوں میں سے جس شق کے اندر بھی خیر ہو اس شق کو

اختیار کرنے کے لیے مواہبہ شریف میں اور مشہد سیدۃ النساء الخراج و زاری کے ساتھ
اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا تھا۔ اسی تردد میں شعبان میں مکہ معظمہ آیا اور رمضان کا مہینہ بھی

ختم ہو گیا۔ سوال کے مہینے میں دوسری شق کو ترجیح دی اور ارادہ اقامت اس سال مصمم ہو گیا
چنانچہ رفیقوں کو رخصت کیا اور خود وطن ہو کر مکہ معظمہ میں بیٹھا۔ چند روزیہ ارادہ پختہ رہا۔

اس کے بعد ایک دن یک نیک سفر ہندوستان کا دوسرے دل میں پیدا ہوا۔ ہر چند لاجول اور استغفار
پڑھتا تھا یہ دوسرے قوت پکڑتا تھا، ناچار اٹھا اور عظیم و مقام ابراہیم و خیر بہا میں مکہ نمازیں

پڑھ کر استخارہ کیا۔ بالآخر طہنم میں زیرِ میزابِ رحمت اور آستانہ بیت اللہ پر مولے کے
ارجم الراحمین کے سپرد کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ جو کچھ میرے حق میں خیر ہو اس کو جاری

کرے۔ تین چار روز استخارہ، دعا، اور احوال کی تکرار ہوتی رہی اور دوسرے سفر کابل خود ہوا۔

خلفاء راشدین اور امام زین العابدین علیؑ کا پھر زید بن علیؑ کا پھر خلفاء تسعہ (۹ خلفاء) کا ذکر تھا۔
یہ نہ معلوم ہو سکا کہ خلفاء تسعہ سے کون کون خلفاء مراد ہیں۔ اس کی فرصت نہ ملنی کہ کسی سے
اس کو معلوم کر لوں۔

حکام مین کا ایک معمول | حکام مین کا معمول ہے کہ بعد نماز جمعہ اپنے جلو خانے کے میدان
میں ذبیحوں کے ساتھ گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ آج فقیر بھی
اس میدان میں گیا، گھوڑوں کی دوڑ کو دیکھا، معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ نین سواری سے واقف نہیں
ہیں، لیکن عربی گھوڑے بہترین بہترین نظر آئے۔ دو تین خیر بھی اچھے دیکھے۔ ان جیسے طویلہ
شریف میں بھی نہیں دیکھے تھے۔

قریب سقوطہ امواج سمندر | شب شبہ کو جہاز میں آئے اور لنگر اٹھایا۔ تین چار روز میں قریب
سقوطہ آئے، اس جگہ چاروں طرف سے موجیں متصادم
ہوتی ہیں اور تمام سمندر میں یہ جگہ زیادہ خوفناک ہے۔
کی تلاطم خیزی

ہیاں علاوہ تندی باد کے، امواج تلاطم خیز تھیں۔ تمام لوگوں نے بڑی تکلیف اٹھائی تین
دن تک کشتی داہنی طرف کو ٹیڑھی رہی، بیٹھا اور آرام کے ساتھ نماز پڑھا میر نہ تھا۔
آب موج شدت کے ساتھ درون کشتی آتی تھی۔

ساحل بمبئی | لڈاکھو کہ بروز عید صبحی، پونت چاشت۔ پنجشنبہ کے دن سلامتی کے
ساتھ ساحل بمبئی پر پہنچے۔ اسی وقت جہاز سے نیچے اتر آئے۔ دن
کی بندگاہوں میں بمبئی ایک بڑا بندر گاہ ہے۔ انگریزوں کے قبضے میں ہے۔ پہلے بمبئی چھوٹا تھا
بعد کو نصاریٰ نے سمندر کو پاٹ کر اس کو وسیع کیا ہے۔ سمندر کے اندر بڑے بڑے جہازوں کو غرق
کر کے ان کے اوپر بنیاد رکھ کر برج اور سنگین قلعہ بنایا ہے۔ گرد و حصار تین خندقیں تختہ انداز
بنائی ہیں جو کہ پانی سے پُر ہیں۔ کثرت آبادی، فراوانی اموال، نفاس و تجارت ہر ملک،
مضبوطی قلعہ، دوزخ آہ خانہ و آلات و اسباب جنگ، نزاکت عمارات اور شادابی باغات
اندر جیل کے سجاوٹ شہر بمبئی اتنا عجیب ہے کہ زبان اس کی خوبی بیان کرنے سے قاصر ہے
جہاز جو فرنگ سے آتے ہیں وہ اول ہیاں آتے ہیں بعد ہداس، کلکتہ اور دوسری

بنوہ گاہوں پر جاتے ہیں۔

صنایع فرنگ | صنایع عجیبہ فرنگ میں سے یہاں ایک مہا کی چکی ہے اور وہ بروج کی شکل کی ہے۔ تالا اور پردہ ہاتھیوں کی قامت سے زیادہ اس کا ارتقاع

ہے۔ لکڑی سے بنائی ہے۔ اس میں دو طبقے ہیں، طبقہ بالا پر چکی ہے۔ چار بادکش بڑے بڑے بنائے ہیں کہ ہوا ان کو حرکت دیتی ہے، ان کی حرکت سے ایک چرخ ہو وہ گھومتا ہے اور وہ چرخ چکی کو گھماتا ہے۔ بادکش ہوا کے رخ پر رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک دن میں کم درجہ دو سو من غلہ اس چکی میں پیا جاتا ہے، فقیر نے طبقہ بالا پر آکر اس کو دیکھا اور اس صنعت کا رویہ کو دیکھ کر اس چکی کے بنانے والے کی عقل پر حیران ہو گیا۔

دوسرا عجوبہ گودی ہے۔ کہ بڑے مرتبہ ہاڑے کلاں سمندر کے اندر ایک احاطہ بنایا ہے اور ایک دروازہ سمت سمندر پر لگایا ہے، جب ہاڑے کی مرمت مطلوب ہوتی ہے، برآب کے وقت اس کو اندرون گودی لاتے ہیں اور دروازہ بند کر دیتے ہیں اور اس کے خشکوں پر تار کول پھیر دیتے ہیں تاکہ پانی اندر نہ جا سکے اور اس پانی کو جو درون گودی ہے تو بیر سے باہر نکالتے ہیں یہاں تک کہ زمین خشک نمودار ہو جاتی ہے اس کے بعد مستری زمینوں کے ذریعہ نیچے آ کر ہاڑوں کی اصلاح و مرمت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ بعد فرما عدادے کو کھول دیتے ہیں تاکہ پانی اندر آئے اور اسی طرح ہمراہ جزیرہ آب، ہاڑے کو سمندر میں لے جاتے ہیں۔ ان ستروں میں سرعت و چابکدستی اس قدر ہے کہ چند دنوں میں ہاڑوں کی مرمت کیے دن کو گودی سے باہر کر دیتے ہیں۔ ان دنوں کہ فقیر وارد بمبئی ہے یہاں کے ہاڑے کلاں کی مرمت ہو رہی ہے۔ فقیر نے اپنی آنکھ سے اس مرمت کا معائنہ کیا۔ یہ دنوں (چکی) اور گودی ایسی صنعتیں ہیں کہ عقل ان کو دیکھ کر ذنگ ہو۔ سننے سے تو کیا حال ہو۔ اس کے علاوہ اور صنعتیں بھی قابل دید ہیں۔

ماہم | بمبئی سے چار کوس کے فاصلہ پر ایک آبادی اور ہے جن کا نام ماہم (ہماہم) ہے وہاں ماریل کے باغات کثرت سے ہیں اس جگہ ایک بزرگ کا مزار ہے جن کا نام نامی شیخ علی ہے۔ فقیر ان کے مزار پر گیا۔ بمبئی سے ماہم تک کی مسافت راہ سیر باغات

اور تاشائے بتان میں طے ہوئی۔ چونکہ یہ جگہ پُر فضا اور دلچسپ تھی لہذا رات مزار کے احاطے میں گزار دی۔

بمبئی سے سورت | شہر پونا بمبئی سے چار روز کی مسافت پر ہے، پونا سے اورنگ آباد آٹھ روز کی راہ ہے۔ جدہ سے روانہ ہونے کے دن جبکہ کشتی کا ناما بمبئی میں قرار

پایا تھا۔ فقیر کو ان بزرگوں کے مزارات کی زیارت کا اشتیاق تھا جو اورنگ آباد اور بہان پور میں آسودہ ہیں۔ خیال یہ تھا کہ بمبئی سے براہ کوکن و پونا اورنگ آباد و بہان پور سے گذر کر آجین جائیں گے۔ لیکن بمبئی پہنچنے کے بعد، شدتِ بارش اور راستے میں دلدل کی کثرت

کا حال معلوم ہوا۔ ادھر آندھے ملاقات مولوی صاحب زولانا خیر الدین صاحب محدث ترقی بھی غالب تھی، لہذا سورت جانا طے کر لیا، سورت یہاں سے خشکی کے راستے سے آٹھ روز کی راہ پر ہے۔ اور سندس سے ایک سو پچاس کوں ہے، اگر بادِ موافق ہو تو ایک روز میں پہنچ جائیں

بمبئی و سورت کے درمیان ساحل پر آبادیاں ہیں اور باغات نامہل و کیلہ کثرت سے ہیں۔ بروزِ دو شنبہ۔ ۲۱ رزی الحجہ کو کشتی میں سوار ہوئے اور صبحِ شنبہ کو لنگر اٹھایا، چونکہ ہوا موافق نہ تھی چھ روز میں سورت پہنچا ہوا۔ شنبہ کی صبح کو تیسرے ۲۸ رزی الحجہ جون و غایتِ اہلی داخل شہر سورت ہوئے۔

۱۵ محرم یومِ پینچٹہ ۱۲۰۳ھ کو مولوی صاحب سے رخصت ہو کر سورت سے باہر نکل آئے۔ بریاد میں کہ تاپتی کے کنارے ایک گاؤں ہے۔ تاک کی منازل | گزاری۔ جمعہ کو چوکی میں۔ ایک عالمگیر بادشاہ کی بنائی ہوئی ایک مڑے

ہو سورت و بہرچ کے درمیان۔ منزل ہوئی۔ شنبہ کو اکلیر پہنچے، احاطہ مزارِ سید حلیم میں رہے۔ یک شنبہ کو دریا کے زبدا کو پار کر کے داخل بہرچ ہوئے۔ وہاں دو روز قیام کر کے چہار شنبہ کو روانہ ہوئے۔ تیسرے دن ۲۲ محرم کو بڑدہ پہنچے۔ یہ ایک شہر ہے مضافات احمد آباد جرات سے۔ احمد آباد سے آٹھ روز کے راستے پر۔ اس سے پہلے دہلی سے جو حاجی جاتے تھے وہ اجیر جاتے تھے۔ وہاں سے ادوے پور کے راستے سے کہ مانا کا علاقہ ہے اور مارداڑ سے جو کہ راہلے راٹھور کا علاقہ ہے۔ گذر کر احمد آباد جاتے تھے اور احمد آباد سے

بڑودہ پہنچتے تھے پھر سورت جاتے تھے۔ اس زمانے میں بسبب صنعتِ سلطنت مغلیہ سوادے
 قافلہ گلاں کے اس راستے سے گزنا دشوار ہے۔ ناچار کھوپال دُجین سے برہان پور اور دکن آباد
 جاتے ہیں۔ یا براہِ دوحہ و باریہ ہمراہ بدرقہ تاجران۔ جو کہ وہاں کے زمینداروں سے موافقت
 رکھتے ہیں۔ بڑودہ پہنچتے ہیں۔ یہ راہ اور راہِ اتنی موہن کہ اندور سے ہر درج اس راہ سے
 گئے تھے۔ براہِ سراسر ہیں۔

شنبہ کو بھی بڑودہ میں قیام کیا۔ یکشنبہ کو تبارخ ۲۵ محرم روانہ ہوئے اور جبارود میں
 جا کر رہے۔ دو شنبہ کو ہاتول منزل ہوئی۔ پادہ گڑھ۔ جو کہ بہاڑ کی چوٹی پر مشہور قلعہ
 ہے اور جاپانیر اس بہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ ہاتول سے متصل ہے۔
 شنبہ۔ ۲ صفر۔ باریہ پہنچے۔ یہ ایک شہر ہے تابعِ گجرات سے۔ یہاں کا راجہ ملک
 جمعیت رکھتا ہے اور اس کے آباء اجداد زمانہ سابق میں بڑے درجے کے ہوئے ہیں۔ بلوچہ حال
 بھی آزاد ہے، کسی کا تابع نہیں ہے۔ اس شہر کے چاروں طرف مرہٹے مقنن ہیں۔ لیکن راجہ سے
 کچھ نہیں بولتے۔

۵ صفر۔ دوحہ میں منزل ہوئی۔ خربہ سمت میں اس شہر کا بازار اور نصف قلعہ
 دوحہ صوبہ گجرات کی حد پر ہے اور شرقی سمت میں نصف قلعہ حد مالوہ پر ہے اور یہی اس
 شہر کی وجہ تسمیہ ہے۔ یہ شہر عالمگیر بادشاہ کا ولادت گاہ ہے۔ اب ایک قلعہ اور مسجد عالمگیری
 یہاں موجود ہے۔ میں نے رقتا عالمگیری میں دیکھا کہ اپنے بیٹے اعظم شاہ کو عالمگیر نے نکالا
 ہے۔ آنفردند بصوبہ گجرات ہی روند شہر دوحہ مولد این عاصی است حقوق مکنت
 آنجا برین است۔ مراعات دین سلوک بالایشان بر خود لازم دانند۔
 یعنی دوحہ میرامولہ ہے یہاں کے باشندوں کے حقوق میرامولہ میں ان کے ساتھ
 حسن سلوک کرنا اپنے اوپر لازم سمجھو۔

جمعہ۔ ۸ صفر۔ ہمالوہ پہنچے۔ یہ ایک شہر ہے یہاں سے جنگل اور کوہستان طے
 کر کے دلی گاؤں میں جا کر رہے۔ اس جگہ راہِ اتنی موہن متحد ہو گئی ہے۔ یہاں سے جبارنزل
 قطع کر کے ۱۳ صفر کو اندور پہنچے۔ ۱۵ صفر کو وہاں سے روانہ ہوئے۔

۲۲ صفر کو بھوپال آئے۔ یہ ایک مشہور شہر ہے، افغانوں کے تصرف میں ہے۔

بھوپال

حکام اسلام اور حکومت اسلام اس وقت بفر خٹکی میں بیدسورت یہاں نظر آئے۔ اس کے چاروں طرف مرہٹے تصرف میں ہیں۔ ۲۶ صفر کو بہلیہ پہنچے۔ یہاں ذیر شہر ایک دریا ہے جیوا نام۔ کہ ہر سال کانک کے تہنے میں ہنود، اثنان کے لیے اس دریا پر آتے ہیں اور بڑا مجمع ہوتا ہے۔ سوداگر، کثیر التعداد گھوڑے اور اونٹ نیز دیگر ہر قسم کے اموال یہاں لاتے ہیں۔ ان کے آخر تک بلکہ نصف پوس تک یہ مجمع برقرار اور بازا بجمع و شراکت مہتا ہے۔ اتفاق سے اسی موسم میں ہمارا درود اس شہر میں ہوا۔ جمعہ ۲۴ صفر۔ یہاں سے روانہ ہو کر شہر سرسویج میں آئے۔ ہر صبح الاول کو یہاں سے روانہ ہوئے اور ۱۰ کو زرد گھٹ اور ۱۲ صبح الاول کو برونڈ شنبہ گوالیار پہنچے۔

یہ ایک قدیم شہر ہے بہت سے مشائخ اس جگہ آسودہ ہیں۔ یہاں کے مزارات

گوالیار

مشہورہ میں سے ایک قبر شیخ محمد غوث گوالیری (مؤلف جواہر خستہ) ہے پتھر کی ایک اونچی عمارت اس مزار پر بنائی گئی ہے۔ شیخ حمید الدین نے، جو شیخ گوالیری کے پوتوں میں سے ہیں اور آج کل سجادہ نشین ہیں۔ فرمایا۔ کہ شیخ گوالیری کی تاریخ وفات غوث بے لوث ہے۔ مزار شیخ اور ان کی اولاد کا محلہ بیرون شہر ہے۔ اس محلے کی آبادی شہر سے علیحدہ ہے۔ اور قبر کیوبہ مجذوب اندرون شہر متصل جامع مسجد ہے۔ ان بزرگ کی تاریخ وفات کیوبہ مجذوب ہے۔ ان دونوں بزرگوں کے حالات اخبار الاخیار (مؤلفہ شیخ عبدالحی محبت دہلوی) میں لکھے ہوئے ہیں۔ یہاں شیخ خان عالم شیبانی، عالم درویش صفت صاحب اخلاق حمیدہ، مخلوق سے بے تعلق اور معمر بزرگ ہیں۔ ان کی ملاقات سے دل و راحت ملی۔ ان صفات کمال سے متصف اس زمانے میں بہت کم لوگ ہیں۔ ۲۳ صبح الاول کو یہاں سے روانہ ہوا۔ ۱۹ کو دریائے چناب عبور کر کے دھوکپور پہنچے۔ یہاں منزل ہوئی دھوکپور دریائے چناب کے کنارے ایک قدیم شہر ہے۔ صدات زمانہ اور ظلم حکام سے دیران ہو گیا ہے۔ ۲۱ کو یہاں سے روانہ ہو کر ۲۲ صبح الاول کو مٹھرا اور وہاں سے ۲۸ کو انوپ شہر اور ۲ صبح الاول کی آخری تاریخ میں سنبھل آئے۔ یکم صبح الثانی ۳۰ صفر کو داخل مراد آباد

ہوئے۔

تمام مدت سفر | تمام مدت اس سفر کی دو سال دو ماہ اور دو ہفتہ تھی
 فَلَہُ الحمد

مکتوبات خواجہ محمد معصوم

ہندستان میں مجیدو العت ثانی شیخ احمد سرسندی کا تجدیدی
 کارنامہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس پوری نیشن نے مغلیہ سلطنت کا رخ بدلیا اور
 پھر وہ اپنے رب سے جا ملا۔ اس کے بعد اسکی مندرشاہد ہدایت کو جس سبب نے
 سنبھالا اور اسکے ڈولے ہوئے رخ کو تکمیل تک پہنچایا وہ ہیں آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم
 آپ کے مکاتیب بھی آپ کے والد ماجد کے مکاتیب کی طرح آپ کی مصلحانہ کاوشوں کے ائینہ دار ہیں۔
 فارسی کے اس خزانہ کو مولانا نسیم احمد فریدی نے تلخیص کے ساتھ اردو میں منتقل کیا ہے۔

اور کتب خانہ الفتان نے اس کو شائع کیا ہے۔
 کتابت و طباعت قابل دید،
 کاغذ معیاری

مجلد

مکاتیب خواجہ محمد معصوم

کتب خانہ الفتان پٹنہ

سفر حج میں ساتھ لے کر

سفر حجاز
5/-

فضائل حج
3/50

آپ حج کیسے کریں؟

حج و زیارت کے متعلق اردو میں پیشہ
چھوٹی بڑی کتابیں شائع ہو چکی ہیں لیکن
یہ کتاب جو مولانا نعمانی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی گویا
مشترک تالیف ہے، اپنی اس خصوصیت میں اب بھی منتظر
ہو کہ اس کے مطالعے سے حج کا صحیح اور سنوں طریقہ بھی تفصیل
سے معلوم ہو جاتا ہے اور دل میں عشق و جذب اور ذوق و شوق
کی وہ کیفیات بھی پیدا ہو جاتی ہیں جو اصل حج کی روح و جان
ہیں نہایت مقبول کتاب جو دو سال سے بار بار چھپ رہی ہے۔
کاغذ عمدہ قیمت مجلد ۲/-

ان اعیان
حج
4/-

معلم الحج
3/75

آسان حج

آسان زبان میں حج کیسے کریں؟ کا گویا خلاصہ ایسے
کم تعلیم والے حضرات جو صرف آسان اور معمولی اردو ہی
پڑھ سکتے ہیں وہ اس کے مطالعہ سے پورا فائدہ
اٹھا سکتے ہیں

حج کا
مذہب طریقہ
1/25

رفیق حج
1/50

طباعت سیاری سائز چھپی قیمت ۱۸/-

کتاب الفنون الہدیٰ لکھنؤ

تذکرہ مجدد الف ثانی

”مجدد الف ثانی نمبر الفتن کا کتابی ایڈیشن“

الفتن کے مجدد الف ثانی نمبر میں پہلی بار یہ حقیقت سامنے آئی تھی کہ امام بانی شیخ احمد سرسندی قدس سرہ کا وہ کون سا انیازی کا نامہ ہو جسکی وجہ سے آپکو کسی ایک ہدی کا نہیں بلکہ الف ثانی یعنی پوسے دوسرے ہزائے (از سلسلہ تانتہ) کا مجدد امت نے مان لیا ہے۔ الفرقان کے اس نمبر کی اشاعت تیس سالوں کے بعد ہوئی ہے اس لیے اس میں سما کر اسلامی دنیا کے حالات میں بہت کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں اور تبدیلیوں کو اور انکے وہی تقاضوں کو دیکھ کر یقین بڑھ جاتا ہے کہ دائرہ حضرت موصوت پوسے الف ثانی کے مجدد ہیں اور سہائے اس دور کے لیے بھی ان کے تجدیدی کام میں پوری رہنمائی موجود ہے۔

یہ حقیقت آپ پر اس کتاب کے مطالعہ سے کھلے گی جس میں مجدد الف ثانی کے ذاتی حالات بھی ہیں اور انکے تجدیدی کام کی تفصیلات بھی، نیز آپ کے تمام مشہور خلفاء کا تذکرہ بھی۔

صفحات ۲۵۲ ، سائز متوسط ، قیمت ۴۰/-

کُتُبَانَهُ الْفِتْنَانِ الْكُفْرَانِ